www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ

المرشد

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اللہ
رسول
محمد

اپریل
2005

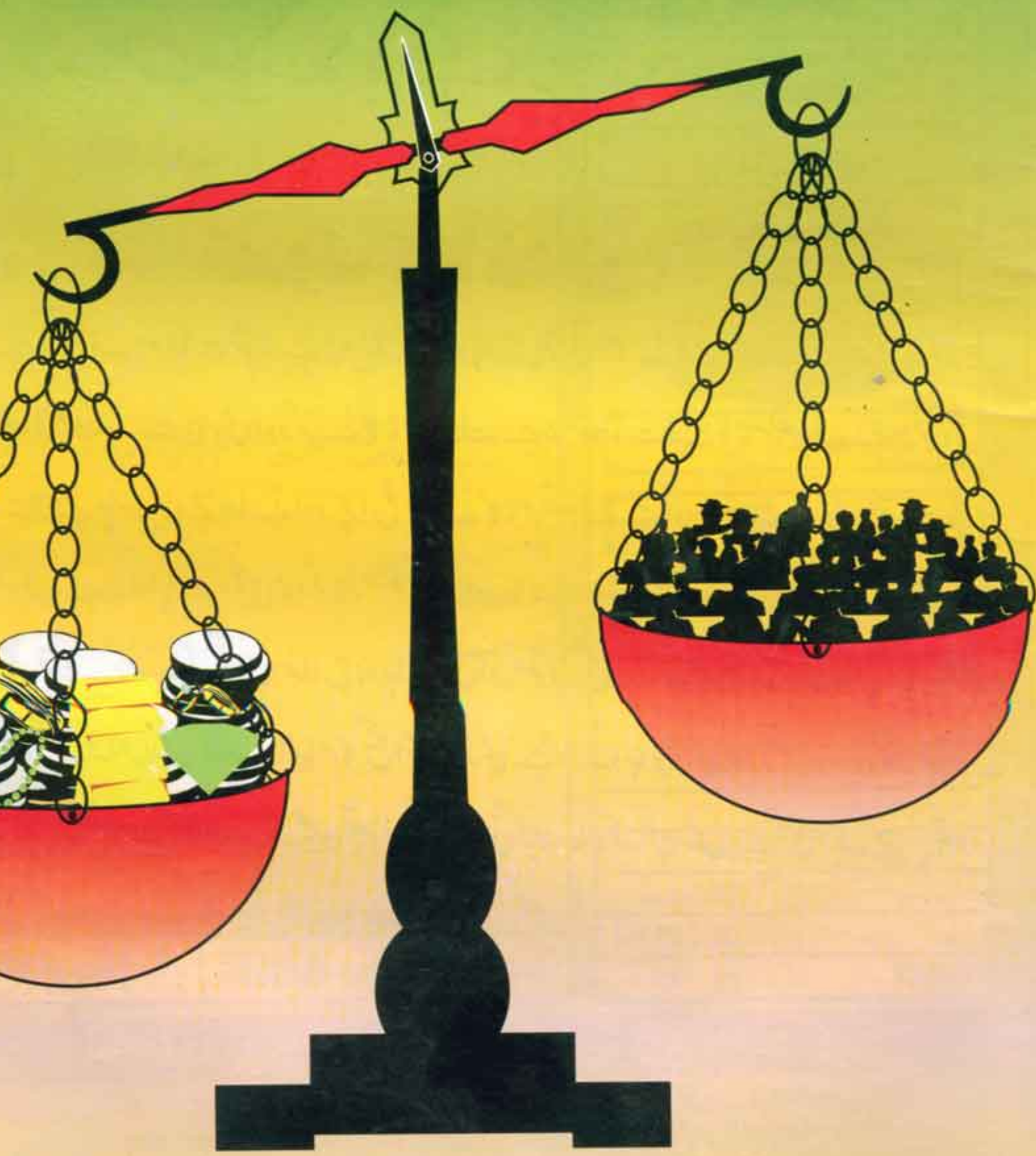

موجودہ عدالتی نظام---- اور -------- مظلوم عوام کی بے بسی!

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المُرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اپریل 2005ء صفر / ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

جلد نمبر 26 ✻ شمارہ نمبر 8

مدیر

چودھری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن مینیجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1-(اداریہ)	محمد اسلم	03
2-اقوالِ شیخ	امیر محمد اکرم اعوان	04
3-انٹرویو امیر محمد اکرم اعوان	عرفان صدیقی	06
4-دانا تر کون؟......عقل مندی کیا ہے؟	امیر محمد اکرم اعوان	15
5-روح کی حقیقت اور شیخ کی عظمت	امیر محمد اکرم اعوان	23
6-سوال وجواب	امیر محمد اکرم اعوان	35
7-عورت کا مقام	امیر محمد اکرم اعوان	45
8-من الظلمت النور	غلام مصطفیٰ غازی	54
9-پتھر دلوں کے شہر میں نغمہ سرا نہ ہو	انجینئر عبدالرزاق اویسی	56

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ-یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس – لاہور 042-6314365

ناشر-پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد' اے-ٹی-ایم-بلڈنگ' پل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد-فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ' لاہور-فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

ولایت کیا ہے؟

ولایت یہ ہے کہ کوئی جہاں کی آرزو کو نچھاور کر دے اس کی رضا کو پانے کے لئے ـــــ کسی میں یہ کیفیت برپا ہو جائے اور پھر اسے اُس طرف سے رابطہ نصیب ہو جائے تو وہ ولی اللہ ہے۔ اور اس سے لینا کیا ہے؟ فیض کسے کہتے ہیں؟ اسی طلب و آرزو کو' اسی کرم و رحمت کو' اسی شفقت الٰہی کو' اسی کیفیت کو پانا' یہ ولی کا فیض ہوتا ہے۔ انسان اگر خلوص کے ساتھ کسی ولی کے دروازے پر جم جائے شرط یہ ہے کہ وہ بھی ولی ہو تو انسان کتنی بڑی نعمتیں پا سکتا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ ولایت وہ نعمت ہے جو صرف ولی کے پاس ہوتی ہے اور وہ ہے ـــــ قرب الٰہی۔ اور نصیب بھی وہیں سے ہو سکتی ہے۔ اقتباس از ''کنز الطالبین''

تاجران : کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

تعاون شیخ ناصر' شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ

منٹگمری بازار' فیصل آباد' فون 041-617057-611857

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

عدل وانصاف کسی بھی قوم، معاشرے یا ملک کی بقا، سالمیت اور ترقی میں کلیدی اہمیت کا حامل ہے اور عدل وانصاف کا حصول ایک ٹھوس، متوازن اور مضبوط نظام کی موجودگی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

بدقسمتی سے وطن عزیز میں گذشتہ ۵۸ سال سے جو نظام عدل وانصاف رائج ہے اس میں اتنی سکت ہی نہیں ہے کہ مظلوم کو انصاف فراہم کر سکے۔ تعزیرات ہند مجریہ ۱۹۳۵ء سے آلودہ یہ وہ نظام ہے جو انگریز سرکار نے نکلنے کے لئے ایک ہزار ایک دروازے ہیں مگر مظلوم کے لئے کوئی کھڑکی نہیں! یہ وہ نظام ہے جو انگریز سرکار نے غلاموں کو قید رکھنے کے لئے ہندوستان میں رائج کیا تھا۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ برطانیہ میں یہ نظام رائج ہے نہ وہاں چل سکتا ہے! یہ تو صرف غلاموں ہی کے لئے تیار کیا گیا تھا یا پھر انگریز کے پروردہ مخصوص طبقہ کے تحفظ کیلئے! اس نظام کے تحت آج بھی ملک میں قتل کیس تک کا فیصلہ تھانہ کی ایف۔ آئی۔ آر پولیس کی تفتیش اور عدالت کے احاطے میں پھرنے والے پیشہ ور گواہ کرتے ہیں! سوال یہ ہے کہ اس غلامانہ اور ظالمانہ نظام سے ہم آج تک نجات حاصل کیوں نہ کر سکے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے ہر دور میں جو مخصوص طبقہ اقتدار پر قابض رہا ہے اُن کا نہ صرف یہ کہ تمام تر مفاد اس نظام سے وابستہ تھا بلکہ اس فرسودہ نظام سے چمٹے رہنے میں ان کی بقا کا راز بھی مضمر تھا۔

آجکل میڈیا کے تعاون سے کسی مظلوم پر ہونے والے ظلم کی کوئی داستان منظر عام پر آجائے تو ہم مظلوم سے ہمدردی جتانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں پورے خلوص سے مگن ہو جاتے ہیں لیکن اس تلخ ترین حقیقت کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ جس نظام کو ہم گلے کا ہار بنائے بیٹھے ہیں جب اس نظام میں انصاف ہے ہی نہیں تو مظلوم کو ملے گا کیسے؟

ہنگامہ آرائی، واویلا، حکومت کو ملامت یا عدلیہ پر تنقید کی بجائے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس غلامانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور ایک ایسا متوازن نظام رائج کیا جائے گا جو حقیقی انصاف فراہم کر سکتا ہو۔ ورنہ تمام تر دعوؤں اور نعروں کے باوجود اس ملک کے مظلوم انصاف کے لئے ترستے رہیں گے۔

محمد علیم

www.naqshbandiaowaisiah.com

اقوالِ شیخ

ایمان نام ہی اس بات کا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے سامنے میری کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس کے احکام کے سامنے میری خواہشات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ المرشد. مارچ 1989ء صفحہ 30

ساری تخلیق میں ایک انسانیت ایسی مخلوق ہے جسے وہ شعور بخشا گیا کہ یہ اپنی حیثیت کے مطابق اللہ کی عظمت کو جان سکتا ہے۔ المرشد. اپریل 1989ء صفحہ ۴

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ کافر کی نیکی دنیا میں لوٹا دی جاتی ہے اس لئے کہ وہ کرتا ہی دنیا کے لئے ہے۔

المرشد. اپریل 1989ء صفحہ ۶

دل چونکہ بنیادی طور پر حصول معرفت کے لئے انسان کو دیا گیا تو دل جب تک معرفت الٰہی کو پا نہیں لیتا بے قرار رہتا ہے۔ کبھی اس دل کو سکون نصیب نہیں ہوتا جو معرفت الٰہیہ سے دور رہے خواہ وہ مسلمان ہونے کا دعوی کرتا رہے۔

المرشد. اپریل 1989ء صفحہ ۷

www.naqshbandiaowaisiah.com

اگر شیخ کامل بھی ہو اس میں استعداد بھی ہو قوت بھی ہو عطا بھی کر سکتا ہو اور طالب ہی متذبذب رہے تو وہ اُس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

المرشد. مارچ 1989ء صفحہ 34

ایمان وہ لاتا ہے جس کے اعمال بھی صالح ہوں اگر اس کے اعمال کو اس کا ایمان متاثر نہیں کر سکتا تو اس ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

المرشد. مارچ 1989ء صفحہ 34

یہ انسان جو زندگی پر حریص ہے زندگی کی خواہش رکھتا ہے خدانخواستہ جہنم میں چلا گیا تو پھر موت کی طلب میں تڑپتا رہے گا موت بھی نصیب نہیں ہوگی۔

المرشد. مارچ 1989ء صفحہ 35

دنیا میں صرف اور صرف رسول ﷺ کو یہ مقام حاصل ہے کہ وہ جس بات کو صالح کہہ دیں وہ صالح ہے اور جس کو غیر صالح کہہ دیں وہ غیر صالح ہے۔

المرشد. مارچ 1989ء صفحہ 35

www.naqshbandiaowaisiah.com

انٹرویو

عرفان صدیقی صحافت کی دنیا کا بہت معتبر نام ہے۔اُن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔زندگی کے مختلف گوشوں کی وسیع تر معلومات کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔اگست 1995ء میں انہوں نے ہفت روزہ ''تکبیر'' کیلئے امیر محمد اکرم اعوان سے جو انٹرویو لیا۔یہ اگست 1995ء میں ہفتہ روزہ ''تکبیر'' اور ماہنامہ ''المرشد'' میں شائع ہو چکا ہے۔قارئین المرشد کیلئے وہی انٹرویو پیش خدمت ہے۔اِس انٹرویو کا کچھ حصہ اُس دور کے سیاسی حالات کے تناظر میں تھا جو حذف کر دیا گیا ہے مگر بیشتر حصے کا اطلاق آج کے حالات پر بھی اُسی طرح ہوتا ہے جتنا کہ 9 سال پیشتر تھا۔اِن سوالات و جوابات کو دوبارہ شائع کرنے کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ خراب سے خراب تر ہوتے ملکی حالات میں اہلِ فکر و نظر کیلئے اِس انٹرویو میں رہنمائی کا پورا سامان بدرجہ اتم موجود ہے۔

(ادارہ)

عرفان صدیقی کے منطقی سوالات ـــــــــــ امیر محمد اکرم اعوان کے مدلّل جوابات

ہم مسائل کی جس چتا میں جل رہے ہیں کیا تصوف اُس کا کوئی حل پیش کرتا ہے؟

کیا تصوف تہذیبِ نو کی یلغار روک سکتا ہے؟

معاشرہ تیزی سے زوال کی طرف لڑھک رہا ہے تصوف کا راستہ تو بہت طویل ہے ـــــ کیا ایمرجنسی بریک کی ضرورت نہیں؟

www.naqshbandiaowaisiah.com

سوال :- آپ ایک سلسلہ تصوف کے شیخ ہیں۔ ''سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ'' یہ تقریباً چار سو سال بعد اسلام میں ایک نئے سلسلہ تصوف کا آغاز ہے، ہم مسائل کی جس چتا میں جل رہے ہیں تصوف اس کا کوئی حل پیش کرتا ہے؟ کیا تصوف تہذیب نو کی یلغار روک سکتا ہے؟

جواب :- عرفان صدیقی صاحب سب سے پہلے تو میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کا ممنون ہوں کہ جو بات میں کہنا چاہتا ہوں آپ اسے احباب تک پہنچانے کا سبب بنے۔

تصوف دراصل ترجمہ کیا گیا ہے ''تزکیہ'' سے۔ قرآن مجید نے فرائض نبوت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ کا رسول ﷺ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور جو دعوت قبول کر لے اس کا تزکیہ فرماتا ہے۔ پیغمبر تزکیے کے بعد انہیں قرآن وحکمت کی تعلیمات سے آگاہ فرماتا ہے کیونکہ وہی قرآن وحکمت اگر ایک غیر مسلم محقق پڑھتا ہے تو اسے اعتراضات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مستشرقین نے یہی کچھ کیا ہے۔ قرآن مجید کے پہلے تراجم اکثر وبیشتر عربی سے فارسی میں ہوئے۔ باقی زبانوں میں بہت بعد میں آئے چنانچہ جب ''تزکیہ'' کا لفظ فارسی میں ڈھالا گیا تو اس کا ترجمہ ''تصوف'' کیا گیا۔ حضور ﷺ نے جو قوم تیار فرمائی اس کی پوری تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ کوئی بندے باہر سے امپورٹ نہیں کئے گئے۔ لوگ وہی تھے، جو اپنی نادانی، جہالت، رسومات، مشرکانہ انداز، سخت گیری، اپنے بدویانہ انداز یا اس وقت کے معاشرے میں پائی جانے والی تمام خرابیوں میں بری طرح دھنسے ہوئے تھے، لیکن جب وہ حضور ﷺ کی نگاہ کرم سے مستفید ہوئے تو سب سے بڑی تبدیلی یہ آئی کہ ان کی پسند وناپسند تبدیل ہوگئی۔ پہلے وہ ڈاکہ ڈال کر خوش ہوتے تھے، اب وہ مزدوری کر کے اور اپنی کمائی دوسروں میں تقسیم کر کے خوش ہونے لگے۔ یہ تزکیے کا عمل تھا۔ قرآن کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ان کی کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک اللہ کا ذکر کرنے والا ہوگیا''، یعنی ان کا ہر جسمانی خلیہ (Body Cell) ذاکر ہوگیا۔ اس ذکر الٰہی نے ان کی صلاحیتیں بڑھا دیں اور ان کے ایمان ویقین کو مستحکم کر دیا جس کی وجہ سے انسانیت ایک عظیم انقلاب سے روشناس ہوئی۔ چنانچہ قرآن کریم نے بغیر کسی شرط کے ذکر الٰہی کو لازم قرار دیا۔ انسان کا وجود پاک ہے یا نہیں، وہ باوضو ہے یا نہیں، وہ کھڑا ہے یا چل رہا ہے، بیٹھا ہے یا سو رہا ہے، وہ میدان کارزار میں ہے یا گھر میں، وہ بازار میں ہے یا کسی اور مقام پر، ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتا رہے۔ یہ (Compulsion) دے دی گئی، جو غیر مشروط اور لامحدود ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے ''جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے اپنے کام کاج میں نکل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو''۔ آپ اگر مسلمانوں کی تاریخ دیکھیں تو جتنے بھی ائمہ کرام آپ کو فیلڈ میں نظر آئیں گے، فوجی جرنیل ہوں، اعلیٰ اور نیک صلاحیتوں کے مالک حکمران ہوں یا فقہ، حدیث اور تفسیر کے ائمہ ہوں یہ سارے آپ کو ذاکر ہی ملیں گے۔ جب مسلمانوں سے اللہ کا ذکر چھوٹا یا آپ کہہ لیجئے کہ تصوف کا دامن چھوٹا تو ان کے ایمان ویقین کی قوت اس پائے کی نہ رہی۔ اس کے علاوہ آپ انقلابات تاریخ پر نظر ڈالیں، مسلمانوں میں جب بھی انتہائی کمزوری آئی تو کسی نہ کسی صوفی سے پھر قلوب منور ہوئے، دلوں کو جلا ملی، ذہنوں میں نئی روشنی آئی اور ایمان کو حیات نو ملی جس سے ایک نیا انقلاب رونما ہوا۔

رہ گیا آپ کے سوال کا یہ حصہ کہ تصوف کس حد تک تہذیب حاضر کے چیلنج کا سامنا کر سکتا ہے تو میں عرض کروں گا کہ تہذیب نو کا مقابلہ کرنے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے لئے آپ کو اسی طرح ''ذکر'' کی ضرورت ہے' جس طرح میدان کارزار میں ڈھال کی۔ آج آپ مغرب کے ہر ہتھیار سے کیوں خوفزدہ ہیں؟ کیوں ڈرتے ہیں' ڈش انٹینا سے کہ جو بھی اسے دیکھے گا پھسل جائے گا؟ اس لئے کہ ایمان ویقین میں ضعف ہے۔ اگر دل ذاکر ہو تو وہ اس سے متاثر نہیں ہوگا بلکہ اس کی خرابی کا ادراک کر کے اس کا علاج سوچے گا۔ ان حالات میں' میں سمجھتا ہوں کہ تصوف یا ہمارا سلسلہ ذکر عہد حاضر کے ہر چیلنج کا سامنا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

سوال :- عمومی تاثر یہ ہے کہ تصوف' روحانیت کی جلا اور بعض انوارات ومکاشفات سے عبارت ہے۔ وہ عملی زندگی کے مسائل اور جہد وعمل سے دور لے جاتا ہے؟

جواب :- تصوف میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک ہوتی ہے تعمیر فطرت' دوسری یہ کہ جب آپ ذکر اذکار کرتے ہیں تو کچھ انوارات' کچھ مشاہدات اور کچھ مکاشفات اسے متاثر کرتے ہیں۔ آپ صحابہ کرام ﷺ کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ انہیں بھی ایسے روحانی تجربات پیش آئے' لیکن بہت کم۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ صرف یہی ہے کہ وہ تعمیر فطرت اور عملی زندگی پر زیادہ توجہ دیتے تھے' جب بھی آپ عملی زندگی کی مصروفیات میں جاتے ہیں' لوگوں سے ملتے جلتے' بات چیت کرتے ہیں تو روحانی زندگی ایک حد تک متاثر ہوتی ہے اور مکاشفات کم ہونے لگتے ہیں۔ جو لوگ روحانی مشاہدات ومکاشفات کی لذت میں مارے گئے وہ گوشہ نشین ہو گئے کہ ایک گوشے میں بیٹھ کر ان روحانی لذتوں کا لطف اٹھایا جائے۔ مشاہدہ' ضرورت اور مقصد نہیں' یہ محض اللہ کا انعام ہے یا آپ اسے ایک اضافی محرک (Supporting Factor) کہہ لیں۔ اعلیٰ پائے کے صوفیوں کا قول ہے کہ ''تصوف میں آنے والے نوآموز طالب علموں کو اللہ ان سے بہلاتا ہے۔'' یہ مشاہدات ہرگز مقصود بالذات نہیں ہیں۔ انہیں منزل نہیں بنایا جا سکتا' مقصود یہ ہے کہ تصوف اور ذکر الٰہی کے باعث آپ کی عملی زندگی میں ایک انقلاب آئے۔ آپ زیادہ فعال' زیادہ سرگرم اور زیادہ متحرک ہو کر خیر کی ترویج اور شر کے تدارک میں لگ جائیں۔ آپ کی قوت دفاع زیادہ بڑھ جائے۔

سوال :- مولانا! ہماری نئی نسل حق تلفی اور ناانصافی کے خلاف سراپا احتجاج ہے۔ معاشرہ تیزی سے زوال کی طرف لڑھک رہا ہے۔ تصوف کا راستہ تو بہت طویل ہے' کیا اس وقت ''ایمرجنسی بریک'' کی ضرورت نہیں؟

جواب :- عرفان بھائی ..... بات یہ ہے کہ بند نہیں باندھا جا سکتا۔

(You can,t apply the brakes) زمانہ اور افکار اپنی ڈگر چلتے رہتے ہیں' آپ انہیں روک نہیں سکتے۔ ان میں ''بریک'' کا تصور ٹھیک نہیں' آپ صرف رخ بدل سکتے ہیں' انہیں تو بہر حال چلتے رہنا ہے۔ نئی اور پرانی نسل کے باہمی رشتے کو ہمیں صحیح تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ مثلاً جب ہم جوان تھے تو ہم اپنے بزرگوں سے پوچھنے جاتے تھے کہ فلاں کام کیسے کیا جائے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ طرز زندگی اور معمولات حیات میں کوئی فرق اور تضاد نہ تھا۔ ہم اپنے بزرگوں کے تجربات سے رہنمائی حاصل کر لیتے تھے' اب جب ہم بزرگ ہوئے تو زمانے کی برق رفتاری کے باعث ہمارے بچے کئی معاملات میں ہم سے آگے نکل گئے۔ آج مجھے خود اپنے بچوں سے پوچھنا پڑتا ہے کہ اس کیمرے یا اس کمپیوٹر یا اس مشین کو کیسے استعمال کیا جائے؟ احترام کے تقاضے اپنی جگہ' لیکن ہم بزرگوں کو سوچنا چاہئے کہ ہمیں جن

www.naqshbandiaowaisiah.com

چیزوں کا تجربہ نہیں ہے اور ہماری نئی نسل سائنسی علم کے باعث ہم سے زیادہ باخبر ہوگئی ہے تو ہم کوئی بیچ کا راستہ اختیار کریں۔ اپنی بزرگی اور بچوں کی طرف سے ادب آداب کے تقاضوں کو نئے حالات کے شعور کے ساتھ نئی سمت دیں۔ میرے دادا جان پیدل سفر کرتے تھے' میرے والد صاحب نے بس پر سفر کیا' میرے بچوں کے پاس گاڑیاں ہیں' انداز حیات اور انداز فکر کیسے یکساں رہ سکتا ہے! اسی طرح ٹیلی ویژن اور ڈش انٹینا ہمارے بزرگوں کا پرابلم نہیں تھا۔ اس پس منظر میں نئی نسل کے ذہنوں میں پیدا ہونے والی خلش کو سمجھنا ہوگا ان کے اندر پیدا ہونے والی بغاوت اور ہیجان کا جائزہ لینا ہوگا اور اسے کوئی راستہ دینا ہوگا۔ ہمیں ملائمت اور ہمدردی کے ساتھ انہیں بتانا ہوگا' کہ کہیں وہ اپنے حق کے لئے کسی دوسرے کی حق تلفی تو نہیں کرنا چاہتے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر ہمارے اندر کدورت بھری ہے' ہمارے دل صاف نہیں تو ہمارے حق کی حدود بہت تجاوز کر جائیں گی اور ہم دوسرے کا حق غضب کرنے لگیں گے۔ آج رشوت کو اپنا حق سمجھ لیا گیا ہے اور اس کے لئے ہر شخص اپنے آپ کو فریب دینے کے لئے دلیلیں رکھتا ہے۔ مطالبات کے مثبت اور تعمیری ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کا دل آلاشوں سے پاک اور آپ کی سوچ پاکیزہ ہو۔ ہماری سوسائٹی کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ حقوق اور فرائض کا توازن کھو بیٹھی ہے۔ ایک انسان کا فرض دوسرے کا حق بنتا ہے۔ جب میں حقوق کے لئے آواز اٹھاؤں تو مجھے اپنے فرائض پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔ اس لئے ہمارے مزاج' ہمارے قلب اور ہماری سوچ کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہ اصلاح ذکر اور روحانیت کے بغیر ممکن نہیں۔ ایمرجنسی بریکس کوئی بڑا مثبت انقلاب نہیں لاسکتیں۔

سوال:- کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اصلاح احوال کے طویل المیعاد راستوں پر چلتے رہیں اور معاشرے کا فساد سب کچھ تباہ کر بیٹھے؟

جواب:- گزارش یہ ہے کہ آپ جس معاملے کو دو الگ الگ حصوں میں بانٹ رہے ہیں' میں اسے ایک ہی کام تصور کرتا ہوں۔ ہماری سیاسی توڑ پھوڑ' ہمارے تعلیمی نظام کی کمزوریاں' ہمارے قانونی نظام کی خامیاں' ہمارے معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ' اس سب کی جڑ ہمارا سیاسی نظام ہے۔ اس سسٹم کو اختیار کرنے والے لوگ' اسے نافذ کرنے اور آگے لے کر چلنے والے لوگ ہم ہی ہیں۔ جب تک ہم مثبت اور تعمیری سوچ نہیں اپناتے' خرابیوں کی اصلاح ممکن نہیں۔ میں آپ کو یہ بھی بتادوں آپ جو تصوف کو ایک طویل المیعاد عمل قرار دیتے ہیں یہ درست نہیں۔ تصوف تو ون ٹچ سسٹم (One Touch System) ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جو محنت کرتا چلا جاتا ہے' اس کی کیفیات بڑھتی چلی جاتی ہیں اور اسے ترقی نصیب ہوتی چلی جاتی ہے۔ لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ اگر صدق دل کے ساتھ کسی ایک مجلس کا ذکر بھی نصیب ہو جائے تو انسان کی سوچ اور اس کی ترجیحات بدل جاتی ہے۔ یہ کوئی لمبا پراسس نہیں کہ انسان بیس سال ذکر کرنے کے بعد ٹھیک سوچے گا' اللہ کے نام میں یہ برکت ہے کہ ذکر کے ایک سیشن میں' انسان میں کم از کم اتنی تبدیلی ضرور آجاتی ہے کہ اسے گناہ کی تلخی اور خیر کی لذت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اگرچہ یہ زندگی بھر کا عمل ہے' لیکن تبدیلی پہلے قدم سے ہی شروع ہو جاتی ہے' کسی میں تھوڑی' کسی میں زیادہ۔

سوال:- گویا آپ بھی گوناں گوں مسائل کا حل فرد کی تعمیر سیرت ہی خیال کرتے ہیں؟

جواب:- پورے خلوص کے ساتھ' بغیر کسی شک وشبہ کے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

سوال :- فرد کی تعمیر سیرت کے بل پر بڑی تبدیلی لانے کی خواہش مند کئی اور جماعتیں اور تحریکیں بھی ہیں' مثلاً جماعت اسلامی ایک عرصے سے اسی فارمولے پر کام کر رہی ہیں' لیکن کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکی' آپ کی مساعی ان تحریکوں سے کسی طرح مختلف ہے؟

جواب :- میرے خیال میں اگر ''جماعت اسلامی کے پاس قلبی ذکر'' کا سرمایہ بھی ہوتا تو یہ کام بہت پہلے ہو چکا ہوتا۔ اللہ نے جماعت اسلامی کو جو ذہن دیا' جو انسان دیا' جس پائے کا لیڈر دیا اور جو تنظیم انہیں نصیب ہوئی' یہ تمام باتیں مثالی ہیں' ان میں کہیں کوئی کمی یا جھول نظر نہیں آتا۔ آپ تلاش کریں کہ آخر کون سی کڑی ناپید ہے؟۔ میرے خیال میں (Missing Link) ''مسنگ لنک'' یہ ہے کہ ان کے عقول اور ان کے دماغ نے تو حقیقت پالی' لیکن دلوں کے اندر وہ قوت نہ پیدا ہوئی' جو صرف ذکر الٰہی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے ذکر کے فضائل تو اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں لکھے لیکن عملی طور پر اپنی جماعت میں اسے رائج نہ کیا۔ اگر جماعت اسلامی میں یہ وصف بھی پیدا ہو جاتا تو آج شاید کسی اور تنظیم کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ہم اس کمی کو دور کر کے اپنا سفر شروع کر چکے ہیں۔

سوال :- مولانا! کیا آپ صدق دل سے محسوس کرتے ہیں کہ اگر جماعت اسلامی ''قلبی ذکر'' سے بھی آراستہ ہوتی تو وہ آج پاکستان کی سب سے مقبول و توانا جماعت ہوتی اور اپنے مقاصد و اہداف پا چکی ہوتی؟

جواب :- میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ عنصر (ذکر) بھی ان میں شامل ہوتا تو وہ آج سے بہت پہلے نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا میں انقلاب لا چکی ہوتی۔ میں یہ بھی واضح کر دوں کہ اب انقلاب جب بھی آئے گا' سارے عالم میں آئے گا۔ یہ پاکستان کی حدود میں نہیں رہے گا۔ صدیقی صاحب! میں نے جاپان سے لے کر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے لے کر افریقہ تک کا سفر کیا ہے۔ قوموں کے حالات اور لوگوں کی زندگی کا مطالعہ و مشاہدہ کیا ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ انسان اپنے افکار اور اپنے اعمال سے تھک چکا ہے' روحانی سکون نہ مغرب کے پاس ہے نہ کسی اور غیر مسلم سوسائٹی کے پاس۔ ہندوستان میں مذہب کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ ہندو دھرم اسلام سے بھی صدیوں پہلے سے قائم چلا آ رہا ہے' نئی تعلیم کی روشنی نے مفروضوں کے بخیئے ادھیڑ دیئے ہیں۔ ہندوؤں کو ناز تھا کہ ہم کبھی نہیں بدلتے اور جو یہاں آتا ہے وہ ہندو ہو جاتا ہے لیکن اب وہاں ہندو دھرم کی گرفت ٹوٹ چکی ہے عدالتوں میں گواہی کے وقت بھی پوچھا جاتا ہے کہ ہندو دھرم کو مانتے ہو یا نہیں اور اس کے مطابق حلف لیا جاتا ہے۔ مغربی سوسائٹی کی ٹوٹ پھوٹ سے آپ باخبر ہیں۔ چین' روس اور جرمنی کو دیکھ لیں' سب لوگ جائے پناہ کی تلاش میں ہیں۔ اگر آج کھری اسلامی سوسائٹی قائم ہو تو یہ سارے عالم میں انقلاب لائے گی۔ دنیا نئی فکر کے پاسبانوں کے تضادات سے اکتا چکی ہے۔ الجزائر میں مروجہ جمہوری اصولوں کے مطابق انتخابات ہوتے ہیں اور منتخب جماعت' اسلامی نظام کے نفاذ کا عہد کرتی ہے تو امریکہ جمہوریت کو بھول کر مارشل لا کی حمایت کرتا ہے۔ اگر اسلامی ریاست الجزائر میں بن جائے یا افغان مجاہدین جیت جاتے ہیں تو امریکہ پالیسی کی ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ کشمیر کا المیہ یہی ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی اور بھارت کی سفاکیوں کے باوجود کسی ملک کی نظر اس پر نہیں پڑتی' صرف اس لئے کہ مسلمان کٹ رہے ہیں۔ امریکہ کا ایک پائلٹ بوسنیا میں گرا تو امریکی صدر سمیت پوری امریکی قوم اس کے لئے چشم براں ہے اور رات دن پروپیگنڈہ ہو رہا ہے۔ کیا صرف امریکی ہی انسان ہیں' امریکہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف اس لئے ہے کہ کہیں مسلمان جمہوری مثالی اسلامی ریاست تشکیل نہ دیں۔ اس صورت میں امریکہ کے اندر اتنی Convertion ہوگی کہ یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ بیٹھے بٹھائے مسلم ریاست بن جائے گی۔ جب بھی خلوص دل سے اسلام پر یقین رکھنے والوں نے کوئی مثالی نقشہ بنالیا تو انشاءاللہ ساری دنیا اسے بخوشی اپنالے گی' گناہ سے تھکا ہوا انسان خود اس دامانِ رحمت میں پناہ لے گا۔

سوال :- ''تصوف'' کے ساتھ ساتھ آپ نے ''الفلاح فاؤنڈیشن'' ''صقارہ اکیڈمی'' اور ''الاخوان'' کے محاذوں پر بھی کام شروع کر رکھا ہے۔ ان تمام کاوشوں کا مرکزی نکتہ کیا ہے؟

جواب :- ان تمام کاوشوں کا مرکزی مقصد ایک ہی ہے۔ معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے اور خالص اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے جدوجہد''۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا' تصوف' عمل کے دائرہ کار کو محدود نہیں لامحدود کر دیتا ہے۔ ہمیں بھی تصوف نے کئی میدانوں میں لا کھڑا کر دیا۔ میں پاکستان کے شمالی علاقوں کو دیکھنے گیا تو ایسی جگہوں تک پہنچا جہاں میرے ڈرائیور نے گاڑی چلانے سے انکار کر دیا' میں خود ڈرائیو کر کے انتہائی دور دراز اور دشوار گزار علاقوں تک پہنچا۔ چترال سے خنجراب تک میں نے عجیب مناظر دیکھے' میرے اندر کئی طرح کے محسوسات ابھرے۔ میں نے سوچا کہ اسی ملک میں ایک طرف تو وہ انسان ہیں جن کے پاس دنیا جہان کی آسائشیں اور سہولتیں ہیں۔ دوسری طرف ایسے لوگ ہیں جنہیں زکام ہوتا ہے تو ایک روپے کی دوا نہیں خرید سکتے اور اسی کے بگاڑ سے مر جاتے ہیں۔ ہم نے دوستوں سے مل کر ''الفلاح فاؤنڈیشن'' کی بنیاد رکھی کہ جہاں جہاں حکومتی وسائل نہیں پہنچ رہے وہاں ہم اپنے محدود وسائل کے مطابق غریب عوام کی خدمت کریں' صقارہ اکیڈمی کی بنیاد اس بات پر ہے کہ دینی علم پر کسی خاص طبقے کی اجارہ داری نہیں ہونی چاہئے۔ حق یہ تھا کہ جہاں ہم سائنس' ریاضی' تاریخ یا دوسرے علوم پڑھتے ہیں وہاں اپنے دین اور اپنے نظریے کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں' لیکن ہمارا نظام شدید قسم کی دوعملی کا شکار ہو گیا۔ دینی نظام تعلیم ہماری عملی زندگی کے تقاضوں سے بالکل کٹ گیا اور دنیوی نظام تعلیم نے دینی تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا۔ عیسائیت میں مذہب کا شعبہ پوپ کے پاس ہے۔ ہندوازم میں برہمن کے پاس ہے۔ یہودی کا ربی کے پاس ہے' اسی طرح ہم نے دین کا شعبہ مدرسوں کے پروردہ ''مولوی'' کے حوالے کر دیا' یہ اسلام کے تصور کی نفی ہے۔

سوال :- آپ کی تنظیم ''الاخوان'' کا خاصا شہرہ ہے۔ اس کا دائرہ کار کیا ہے؟

جواب :- الاخوان کا مرکزی فلسفہ یہ ہے کہ موجودہ سیاسی نظام کے خلاف جدوجہد کی جائے' کیونکہ مروجہ نام نہاد جمہوری سیاسی سسٹم ہمارا نہیں ہے۔

سوال :- تو کیا یہ ''سیاسی تنظیم'' ہے؟

جواب :- جی ہاں! آپ اسے ان معنوں میں سیاسی تنظیم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سیاسی نظام کی اصلاح کا مشن رکھتی ہے' لیکن الاخوان کی سیاست اور دوسری جماعتوں کی سیاست میں بڑا فرق ہے۔ ہمارے ہاں کی ہر پولیٹیکل پارٹی کا ہدف اقتدار ہے۔ ہر جماعت اپنا منشور رکھتی ہے کہ جب وہ اقتدار میں آجائے گی تو کیا کرے گی۔ الاخوان کا ہدف اقتدار نہیں ہمارا منتہائے مقصود اسلام ہے۔ یہ مقصد اقتدار میں آکر

www.naqshbandiaowaisiah.com

حاصل ہو یا اقتدار سے باہر رہ کر مقتدر قوتوں کی تائید وحمایت کے ذریعے حاصل ہو' ہم دونوں صورتوں کے لئے تیار ہیں۔ ہر قوم اپنے نظام میں آزادی پسند ہے' امریکہ کی جمہوریت مختلف ہے۔ برطانیہ کی جمہوریت مختلف ہے' اسکنڈے نیویا کے ممالک کی مختلف ہے' سوشلزم کو لے لیں۔ روس کا سوشلزم الگ ہے' چین کا الگ ہے' ہر قوم اپنے نظریئے' اپنی روایات' اپنی تہذیب' اپنے لوگوں کے مزاج کے مطابق کسی بھی نظام کو ڈھال لیتی ہے۔ پاکستان میں بھی اگر جمہوریت ضروری ہے تو اس کی بنیاد عقیدہ توحید' عقیدہ رسالت یعنی ''عقیدہ اسلام'' پر ہونی چاہئے' اس کے قوانین' اسلامی قوانین ہونے چاہئیں اور اس میں اقتدار تک رسائی کا وہ طریقہ ہونا چاہئے جو اسلام نے طے کیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنا ایک آزاد طرز حکومت اور طرز سیاست اپنانا چاہئے' موجودہ جمہوری نظام ہمارے روحانی اور مادی تقاضے پورے نہیں کرتا۔ یہی ''الاخوان'' کا نقطہ نظر ہے۔ ہم محض نظریات کے قائل نہیں ہیں' ہم عملی آدمی ہیں' جو آدمی بھی ہماری ممبر شپ اختیار کرتا ہے اسے سب سے پہلے پاکستان کے اس حصے پر اسلام کے عملی نفاذ کا اہتمام کرنا ہوتا ہے' جسے اپنا جسم یا وجود کہا جاتا ہے۔ یہ پاکستان کا بارہ کروڑواں حصہ ہے۔ اس پر عملاً اسلام کا نظام جاری کرو' عبادت کے وقت عبادت' محنت کے وقت محنت' ہر کام دیانتداری کے ساتھ کرو' رشوت نہ لو' جھوٹ سے اجتناب کرو۔

سوال :- مولانا! کئی دینی جماعتیں مروجہ سسٹم کے ذریعے برسرِ اقتدار آ کر نفاذ اسلام کا مشن رکھتی ہیں' ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب :- پہلی بات تو یہ ہے کہ مروجہ سسٹم کسی شریف آدمی کو آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ شرفا کے لئے ہے ہی نہیں۔ یہ مخصوص طبقوں کی حکمرانی کے لئے ہے۔ یہ اصلاح پسندوں یا انصاف پسندوں کے لئے نہیں۔ انگریز نے اسے بنایا ہی اپنے مفادات کے لئے تھا لہذا وہی طبقہ اس نظام کے ذریعے آگے آتا رہا' جو انگریز کی روایات کا امین ہے۔ علما نے جو انداز اختیار فرمایا ہے وہ میرے نزدیک زیادہ حقیقت پسندانہ نہیں۔ وہ موجودہ سیاسی نظام کے خلاف بھی ہیں اور شریک بھی' وہ خود اسی عمارت کے اندر کھڑے ہیں جسے ''ڈائنامیٹ'' سے اڑا دینا چاہتے ہیں۔ جب آپ ایک نظام کے اندر چلے جاتے ہیں تو اس کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اب آپ اسے ''ڈائنامیٹ'' سے اڑا دیں تو خود کچلے جائیں گے۔ مجھے یوں نظر آتا ہے کہ جو دینی جماعتیں اس سیاسی نظام کے دائرے میں داخل ہو گئی ہیں ان کا ''دینی تشخص'' دب گیا۔ رہا سیاسی تشخص تو وہ انہیں مل ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ اس سسٹم کے لئے ناموزوں ہیں۔ آپ دیکھ لیں' مولانا فضل الرحمٰن صاحب خارجہ کمیٹی کے چیئرمین ہیں' بظاہر یہ کتنی اہم پوسٹ ہے لیکن ملک کا کوئی بھی شہری انہیں سنجیدگی سے نہیں لیتا' میرا مطالعہ یہ ہے کہ ملک کا ایک عام باشندہ بھی اسے مذاق سمجھتا ہے۔ اس کے ذہن میں بھی یہ بات ہے کہ مولانا اس منصب کے لئے موزوں نہیں اور یہ ان کے بس کا کام نہیں ہے۔ دوسری طرف دیکھیں کہ اقبال احمد خان صاحب کو اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین بنایا گیا جنہیں اسلام کی مبادیات کا بھی علم نہیں۔ اگر مولانا کو اس منصب پر بٹھا دیا جاتا تو زیادہ موزوں ہوتا' یہ سسٹم علما کے لئے راس ہی نہیں۔ جو علما بھی اسمبلیوں میں گئے ہیں انہوں نے نہ صرف اپنے بارے میں بدگمانیاں پیدا کیں بلکہ اپنے اعزاز کو بھی کھویا' انہوں نے کوئی ایک بھی مثبت کام کیا ہو تو بتا دیں' کتنی بار اتفاق اور معاہدے ہوئے' بائیس نکات تجویز ہوئے' شیعہ سنی مسئلے پر اتفاق رائے ہوا' لیکن نتیجہ کیا نکلا اور تبدیلی کیا آئی؟۔ اللہ غریق رحمت کرے

www.naqshbandiaowaisiah.com

''تکبیر'' کے بانی صلاح الدین شہید کو' میری ان سے اور جنرل حمید گل سے بھی بات ہوتی رہتی تھی' اس معاملے میں میرا اور ان کا اختلاف تھا۔ وہ موجودہ آئین کو اسلامی قرار دے کر اسے بدلنے یا نیا آئین بنانے کے حق میں نہیں تھے' جبکہ میں اس آئین کو ہی غیر اسلامی خیال کرتا ہوں' اس آئین میں کہا گیا ہے کہ قرآن وسنت ملک کا سپریم لا ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سپریم لا یا ماتحت لاء Subordinate Law کا کیا چکر ہے اسلام کو اس ملک کا واحد قانون ہونا چاہئے' کتنے کیس سپریم کورٹ میں جاتے ہیں' فیصلے تو تھانیدار اور تحصیلدار اور پٹواری کرتا ہے۔ ہم تو اس سطح پر بھی اسلامی قوانین اور ضابطے چاہتے ہیں۔

سوال:- مولانا! اگر آئین کو چھیڑا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو ہم ایک نئے آشوب میں گھر جائیں؟

جواب:- ہماری مشکلات کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ہم قرآن وسنت سے ہٹ کر بات کرتے ہیں۔ ایسے مطالبات کو قومی اتفاق رائے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ ایک فرد یا طبقے کی رائے بن جاتی ہے' مثلاً بے نظیر یہ چاہتی ہے یا نواز شریف یہ چاہتا ہے۔ اسی طرح طبقوں کی بات آتی ہے مثلاً مولوی یہ چاہتے ہیں یا سیاستدان یہ چاہتے ہیں یا پنجابی یہ چاہتے ہیں۔ اس میں اختلاف آجاتے ہیں جب آپ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ یہ چاہتے ہیں تو بُرے سے بُرا مسلمان بھی اختلاف نہیں کرے گا۔ ہم پورے آئین کو نہیں اکھیڑنا چاہتے۔ اس میں سپریم لاء کے حوالے سے ترمیم بھی کی جاسکتی ہے' ضروری ہو تو ریفرنڈم بھی کرایا جاسکتا ہے۔ ہم خواہ مخواہ مسائل پیدا کرنے کے حق میں نہیں۔ ہم تو مسائل حل کرنا چاہتے ہیں' لیکن دیانتداری سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی حقیقی فرمانروائی ضروری ہے۔ میں آپ کو یہ بھی بتادوں کہ ہم اسلام کو سمجھنے میں بھی ٹھوکر کھا رہے ہیں۔ ہم اسلام کی ہر تعبیر ''مولانا'' سے لیتے ہیں ''مولانا'' کو ہم نے فیلڈ سے دور رکھا ہوا ہے' آپ دیکھیں گے کہ تاریخ میں کوئی بادشاہ نیک آیا یا بدکار' لیکن اس کے دور میں ہر جرنیل عالم دین ہوتا تھا' ہر وزیر عالم دین ہوتا تھا' امیر خسرو دینی عالم بھی تھے' شاعر بھی تھے' ادیب بھی تھے اور جرنیل بھی تھے۔ جب پنجاب پر رنجیت سنگھ نے قبضہ کرلیا تو پنجاب میں جو ایک دو جرنیل یا وزیر اس نے لئے وہ بھی دینی عالم تھے۔ انگریز نے آکر اس روایت پر کاری ضرب لگائی' یہاں سے پہلی ریوٹ یہ گئی کہ مسلمانوں کے ہاں شرح خواندگی ۸۰ فیصد ہے۔ آپ ایسی قوم کو غلام نہیں بنا سکتے۔ طریقہ یہ نکالا گیا کہ انہیں علم اور ماخذ علم (Source of Knowledge) سے محروم کیا جائے۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ دینی علم کو محدود دائرے میں بند کر کے فیلڈ سے دور کر دیا جائے اور جو لوگ فیلڈ میں آنا چاہیں' انہیں دینی علم سے دور کر دیا جائے۔ اکبر الہ آبادی نے اسی پس منظر میں کہا تھا کہ ''افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی'' انگریز نے جو تعلیمی نظام جاری کیا وہ دین سے بالکل الگ خالص مادہ پرستانہ نظام تھا' دین داروں کو اس نے ایک ایسے گوشے میں دھکیل دیا جہاں ان کی تذلیل کی گئی۔ انہیں زکوٰۃ اور خیرات پر پالا گیا۔ دینی علم حاصل کرنے والوں کو کوئی منصب نہ دیا گیا وہ فارغ التحصیل ہو کر کسی مسجد پر قبضہ جمانے کے لئے پہلے سے موجود مولوی کو نکالنے یا نئی مسجد بنانے کے لئے چندے جمع کرنے میں لگ گئے یہ ان کا پیشہ بن گیا۔ اس سے قبل دینی مدرسے صرف مولوی پیدا نہیں کرتے تھے' وہ زندگی کے مختلف شعبوں اور پیشوں کے لئے ماہرین پیدا کرتے تھے' دینی مدرسہ ہی طبیب بناتا تھا، دینی مدرسہ ہی استاد' سولجر' جنرل' وزیر' مشیر اور آرٹسٹ پیدا کرتا تھا۔ انگریز نے اسے صرف ''مولوی سازی'' پر لگا دیا۔ فیلڈ سے انہیں بالکل الگ کر دیا گیا۔ جب دینی تعلیم انتہائی محدود اور عملی فیلڈ سے دور ہوگئی تو با صلاحیت اور ذہین لوگوں نے ادھر جانا چھوڑ دیا۔ اعلیٰ ذہانت

www.naqshbandiaowaisiah.com

کا رخ جدید نظام تعلیم کی طرف مڑ گیا۔ کم تر ذہانت (Low I.Q) کے لوگ دینی مدرسوں کی طرف جانے لگے۔ مدرسوں کا نصاب بھی وقت کی ضرورت کے مطابق نہ تھا' اس کا طرز تدریس بھی ٹھیک نہ تھا' ان کی عزت نفس وہاں جا کر مزید مجروح ہوئی۔ آج وہ دائرے میں اسیر ہو چکا ہے اور مولوی ہونا اس کا پیشہ بن گیا ہے۔ ''الاخوان'' کی کوشش یہ بھی ہے کہ دین و دنیا کی اس دوری کو ختم کیا جائے۔ ہم نے ''صقارہ اکیڈمی'' کے نظام تدریس کے علاوہ تعلیم بالغاں کے کورس بھی ترتیب دیئے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ دفتر میں بیٹھا آدمی علم دین کی مبادیات سے واقف ہو فیلڈ میں کام کرتا ہوا انسان علم دین جاننے کی کوشش کرے۔ ادیب' شاعر' صحافی' دانشور خود دین کا مطالعہ کریں۔ اس کی بنیادی رہنمائی کے لئے ہم نے تعلیم بالغاں کے کورسز ترتیب دیئے' ایک ہفتے کا' تین ہفتے کا' پانچ ہفتے کا' پھر سات ہفتے کا اور پھر بارہ ہفتے کا کورس جوان کورسز سے ہو کر گزر جائے اسے اپنی فیلڈ میں روزانہ ''مولوی'' کی ضرورت نہیں رہتی' کسی بھی شعبے میں درجہ کمال کے لئے تو بہر حال ایک عمر ہونی چاہیے۔

سوال:- اس صورت میں موجودہ دینی مدرسوں اور مولویوں کا مصرف کیا رہ جائے گا؟

جواب:- ان کا مصرف یہی ہے کہ وہ بھی پیشہ وارانہ تربیت لیں۔ دین پڑھنے کا مطلب ہے اللہ کا بہتر بندہ اور اچھا انسان بننا۔ کیا ضروری ہے کہ دینی مدرسے سے نکلنے والا صرف اذان دے اور صرف امامت کرائے۔ وہ کیوں نہ فیلڈ کا علم حاصل کرے۔ وہ دین پڑھا ہوا ہو اور ٹیکسی چلائے' بس ڈرائیور بنے' ڈاکٹر بنے' انجینئر بنے' ڈپٹی کمشنر بنے' اس نے تو خود اپنے آپ کو محدود کر لیا ہے' ایک عالم دین جب جرنیل بنے گا تو اس کا انداز ہی اور ہو گا۔

سوال:- دینی جماعتیں بار بار کوششوں کے باوجود عوامی مقبولیت اور اقتدار حاصل نہیں کر سکیں۔ اس صورت میں کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ وہ مقبول سیاسی حکمرانوں سے تعاون کر کے کچھ باتیں منوا لیتیں؟

جواب:- سچی بات یہ ہے کہ ہماری جماعتیں اقتدار کی طلب نہ رکھتیں تو پاکستان کی تاریخ میں ایسے کئی حکمران گزرے ہیں جن سے دین کا کام لیا جا سکتا تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑے بھولے اور سادے لوگ ہیں۔ اقتدار کبھی مانگ کر نہیں ملا کرتا' نہ کوئی کسی اور کو اقتدار میں شریک کرتا ہے' نہ پلیٹ میں سجا کر حکومت پیش کی جاتی ہے' ہمارے علماء اتنے سادہ ہیں کہ حکمرانوں سے حکومت دینے کا مطالبہ کرتے ہیں یہ کتنی عجیب سی بات ہے! اسے بھولپن ہی کہا جا سکتا ہے' اس کوشش میں انہوں نے ان لوگوں کو کھو دیا' جن سے کوئی کام لیا جا سکتا تھا۔ اگر یہ حکمرانوں کا دست راست (Right Hand) بن جاتے تو کئی اچھے اقدامات کرائے جا سکتے تھے۔ (بشکریہ ہفت روزہ تکبیر)

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

دانا تر کون؟..... عقل مندی کیا ہے؟

دانا تر وہ لوگ ہیں جو عبادت بھی کرتے ہیں رزق حلال بھی کماتے ہیں ایمان بھی رکھتے ہیں اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ اللہ سے جو میثاق ہے وہ قائم رہے اور اُسے نہ توڑیں۔ اس کے باوجود اس بات سے ڈرتے ہیں کہ میری نیکیاں میرے اعمال میری عبادتیں میرے سجدے بھی شاید اس قابل نہیں ہیں کہ اُس کی عالی بارگاہ میں پیش کیے جائیں چہ جائیکہ بندہ ہو کر اُس کے احکام کو ترک ہی کر دے۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 7-01-05

الحمد للّٰہ رب العٰلمین. والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمدٍ وّالہٖ واصحابہٖ اجمعین. اعوذُ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمنِ الرحیم o

افمن یعلَمُ انما اُنزل الیکَ من ربکَ الحق کمن هوا اعمیٰ. انما یتذکر اولو الالباب o الذینَ یو فونَ بعهدِ اللّٰه ولا ینقُضُونَ المیثاق o والذینَ یصلون ما امر اللّٰهُ بهٖ ان یوصل ویخشونَ ربهُم ویخافون سُوءَ الحِساب o والذین صبرو ابتغاءَ وجهِ ربهِم واَقاموا الصلوٰةَ وانفقُوا مما رزقنَهُم سِراً وعلانیةً ویدرئُونَ بالحسنتهِ السیئتهَ اولئِکَ لَهُم عُقبی الدارِ o جنت عدنٍ یدخلونها ومن صلح من ابائهِم وازواجهِم وذریتهِم والملٰئکتهُ یدخلُونَ علیهم من کل بابٍ o سلمٌ علیکُم بما صبرتُم فنعم عُقبی الدار o

> رب وہ ہستی ہے جو ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت ہر حال میں ہر وقت ہر جگہ پوری فرماتی ہے

اللهم سبحنک لاعلملنا الا ماعلمتنا انک انت العلیمُ الحکیم o مولایا صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک من ذانت بهِ الغُضُرُ

قرآن حکیم کے نزدیک بصارت یہ ہے کہ انسان حق کو پہچانے اور جو لوگ حق کو نہیں پہچانتے قرآن حکیم کے نزدیک وہ اندھے ہیں یعنی انہوں نے بصارت کا استعمال نہیں کیا یا اپنی بداعمالی کی وجہ سے بصارت کھو چکے ہیں۔ جس طرح ظاہری آنکھ بدپرہیزیوں یا بعض حادثات کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں یا نظر کھو بیٹھتی ہے اُسی طرح بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جو دل کو اندھا کر دیتے ہیں اور حق کی پہچان ختم ہو جاتی ہے تو ارشاد فرمایا۔

فمن یعلمُ انما اُنزل الیکَ من ربکَ الحقُ. وہ لوگ جو یہ یقین رکھتے ہیں جو یہ جانتے ہیں جنہیں اس بات پہ اعتماد ہے کہ آپ ﷺ پر جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا وہ حق ہے وہ اُن جیسے نہیں ہو سکتے جو اندھے ہوں۔ جنہیں یہ یقین نہ ہو جنہوں نے حق کو نہ پہچانا ہو انہوں نے گویا بصارت کھو دی۔

انما یتذکرو اُولوا الالباب. اور یہ یقینی بات ہے کہ صاحبِ خرد ہی، سمجھدار لوگ ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ اللہ کریم کے نزدیک اور قرآن حکیم کے مطابق سمجھدار لوگ کون ہیں؟

www.naqshbandiaowaisiah.com

سب سے پہلی بات سمجھدار لوگ وہ ہیں۔

الذین یوفون بعھد اللّٰہ ولا ینقضُونَ المیثاق. سمجھدار لوگ وہ ہیں جو اللہ سے کیا گیا وعدہ پورا کرتے ہیں اور اپنے عہد کو توڑتے نہیں۔ جس طرح روئے زمین پر آنے سے پہلے عالمِ خلق میں آنے سے پہلی ارواح سے وعدہ لیا گیا۔

الستُ بربکُم. کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ قالوا بلیٰ. سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ پھر اگر دنیا میں کسی کو نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے تو اُس وعدے کی تجدید ہے کہ وہ اللہ کو اپنا رب اپنا پروردگار مانتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ اللہ کریم نے جو عہد ارواح سے لیا اُس میں بھی یہ ارشاد فرمایا۔ الست بربکم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں یہ نہیں فرمایا کہ میری الوہیت کا اقرار کرو' مجھے اللہ مانو' مطالبہ یہ تھا کہ کیا تم مجھے رب مانتے ہو۔ رب وہ ہستی ہے جو ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت ہر حال میں ہر وقت ہر جگہ پوری فرماتی ہے اور انسان کے بھٹکنے کا سب سے بڑا سبب جو ہوتا ہے گمراہی کا سب سے بڑا سبب جو ہوتا ہے وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اپنی دنیا کی ضروریات کے لئے کبھی دولت کے ہوس میں کبھی اقتدار کے لالچ میں کبھی زندگی باقی رکھنے کیلئے چھوٹی موٹی ضروریات میں بھی اُس کا پاؤں پھسل جاتا ہے وہ اللہ کا فرمان چھوڑ دیتا ہے اور اُس کے خلاف کر کے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس سب کا علاج یہ ہے کہ اسے اللہ کی ربوبیت پر یقین ہو کہ میرا ایک مالک ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے جس کی دی ہوئی قوت میرے ہر سانس میں موجود ہے جس کی دی ہوئی نعمتوں سے میں دیکھتا ہوں سنتا ہوں میں اُس کی مخلوق ہوں وہ میرا خالق ہے اور میرے ساتھ موجود ہے وہ میری ضروریات سے واقف ہے اُس نے تکمیل ضروریات کے جائز وسائل

> **صاحبِ خرد وہی ہیں جو اللّٰہ سے کئے ہوئے وعدے کو توڑتے نہیں۔**

ارشاد فرمائے ہیں' قوت دی ہے' عقل و خرد عطا فرمائی ہے' علم عطا فرمایا ہے اور جائز طریقے سے رزق حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب اگر کوئی جائز طریقے سے محنت مشقت کر کے اپنی روزی حاصل کرتا ہے اور اللہ کے احکام کو اور حدودِ الٰہی کو نہیں توڑتا تو وہ تو اپنے وعدے پہ قائم ہے لیکن جو چند لقموں کے لئے اللہ کی حدود کو توڑ دیتا ہے اور محض حصول رزق کے لئے حرام اور ناجائز وسائل اختیار کرتا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ بے وقوف بھی ہے اندھا بھی ہے اور اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھی توڑ رہا ہے۔

صاحبِ خرد وہی ہیں جو اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو توڑتے نہیں۔

والذینَ یصلُونَ ما امر اللّٰہ بہٖ ان یوصلَ. اور جن چیزوں کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو جوڑتے ہیں۔ جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے جن احکام کو مکمل کرنے کا حکم دیا ہے جس طریقے سے زندگی کرنے کا حکم دیا ہے اُسی طرح سے زندگی کرتے ہیں اور اس کے باوجود اپنے اللہ سے اُس کی ناراضگی سے ڈرتے بھی ہیں اس لئے کہ ہماری عبادتیں اور ہماری نیکیاں جو ہم کرتے ہیں وہ بھی اس قابل نہیں ہوتیں جتنی بالا اور بلند اور عالی اُس کی بارگاہ ہے۔ ہر کام کا ایک معیار ہوتا ہے اور ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ بے شمار چیزیں بنتی ہیں لباس بھی بنتے ہیں جوتے بھی بنتے ہیں سواریاں بھی بنتی ہیں گاڑیاں بھی بنتی ہیں اسلحے بھی بنتے ہیں بے شمار چیزیں بنتی ہیں لیکن کیا وہ ساری چیزیں بادشاہ کو پیش کرنے کے قابل ہوتی ہیں؟ اگر کوئی مٹی کا ایک گھڑا بھی بناتا ہے اور اُسے بادشاہ کو پیش کرنا ہو تو وہ ویسا نہیں ہوگا جیسا عام آدمی کو بنا کر دیتا ہے۔ دنیوی بادشاہ کے لئے اگر ایسی چیز ہم منتخب کرتے ہیں جیسی کسی عام آدمی کی رسائی میں نہ ہو تو جو چیز بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنی ہے وہ کیسی ہونی چاہئے! اس لئے فرمایا دانا تر وہ لوگ ہیں جو عبادت بھی کرتے ہیں رزق حلال بھی کماتے ہیں ایمان بھی رکھتے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہیں اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ اللہ سے جو میثاق ہے وہ قائم رہے اور اُسے نہ توڑیں۔ اس کے باوجود اس بات سے ڈرتے ہیں کہ میری نیکیاں میرے اعمال میری عبادتیں میرے سجدے بھی شاید اس قابل نہیں ہیں کہ اُس کی عالی بارگاہ میں پیش کئے جائیں چہ جائیکہ بندہ ہو کر اُس کے احکام کو ترک ہی کر دے۔ ہم ایک روزمرہ کی روٹین سمجھتے ہیں کہ پانچ نمازیں ادا کرلیں کبھی بھاگتے دوڑتے کبھی اٹھتے بیٹھتے کبھی جیسے خیال آیا کبھی رہ گئیں اور مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے جو اس کا تکلف بھی نہیں کرتی لیکن آپ ہی سوچیے کہ جن امور کو اللہ کریم نے لازمی قرار دے دیا ہے جن کے بغیر چارہ ہی نہیں اگر کوئی شخص اُن پر بھی عمل نہیں کرتا تو دوسرے امور پر عمل کی توفیق اُسے کیسے ہوگی! یا کرتا ہے تو کما حقہٗ نہیں کرتا چونکہ عبادت کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ایک تو یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہو دوسرا یہ ہے کہ طریقہ وہ ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا یا سکھایا یا اختیار کیا۔ ہم اگر اپنی روزمرہ کی زندگی کا تجزیہ کریں تو ایسی رسومات جو ہم نے خود ایجاد کر لی ہیں، جن کا حکم اللہ نے نہیں دیا جو نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں اور ہم نے خود وضع کر لی ہیں اُن پر پوری پابندی اور پورے اہتمام سے عمل ہوتا ہے وہ خواہ شادی بیاہ کے معاملے میں ہوں یا کسی کی موت پر ہوں۔ یعنی جو چیزیں از خود ہم نے گھڑ لی ہیں اُن پر ہم پورا زور لگا دیتے ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے اور پوری طاقت سے کیا جائے!

حکومت کے امور بھی اپنے ہوتے ہیں اور اُس کے مشورے دینے والے لوگ بھی۔ اب کیسی عجیب بات ہے کہ حکومت نے بھی شادی کی دعوت پر پابندی لگائی' سپریم کورٹ نے بھی شادی کی دعوت پہ پابندی لگا دی' حالانکہ شادی کی دعوت اپنی حیثیت کے مطابق بطور ولیمہ بچے والوں کے لئے کرنا تو سنت ہے

عبادت کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ایک تو یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہو دوسرا یہ کہ طریقہ وہ ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا یا سکھایا یا اختیار کیا۔

بچی والوں کے لئے دعوت کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی باہر سے دُور سے مہمان آ گئے ہیں تو کھانا تو وہ کھائیں گے لیکن اُسے کسی دھوم دھڑلے کی بڑی دعوت بنانے کی ضرورت نہیں ہے اور بچے والوں کے لئے ولیمہ کرنا سنت ہے ۔غالباً میں نے پڑھا تو نہیں لیکن میں سمجھتا یہ ہوں کہ سپریم کورٹ کے حکم میں بھی اُس کی اجازت تو ہوگی کہ ولیمہ اپنی حیثیت کے مطابق کوئی کر سکے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جو مر جاتا ہے یتیم بچے چھوڑ جاتا ہے اُس کی میراث جب تک ورثاء میں اور اُن بچوں میں تقسیم نہ ہو جائے تب تک اُس کی میراث سے خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ شادی سے بڑی دعوت مرنے پہ ہوتی ہے اور اُس پہ کوئی پابندی بھی نہیں ہے اور وہ ہم نے ایجاد کر لی ہے ۔ ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک مریض دوائی کے لئے ترستا رہتا ہے اُسے دس' پندرہ' بیس' پچاس' سو روپے کی دوائی لا کر کوئی نہیں دیتا لیکن جب وہ مر جاتا ہے تو پھر دیگیں پکنا شروع ہو جاتی ہیں اور ہزاروں روپے خرچ ہو جاتے ہیں وہی بندہ زندہ تڑپ رہا ہوتا ہے تو اُس پر دس روپے خرچ کرنے کو کوئی نہیں تیار ہوتا کہ اُس کا علاج معالجہ ہو سکے اور اس طرف شاید حکومت کی توجہ بھی نہیں گئی چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے ساتھ یہ قانون بھی بنا دیا جاتا کہ مرنے والے کے گھر سے بھی کھانا نہ کھایا جائے۔ لیکن وہ چونکہ ہم نے خود ایجاد کر لیا ہے' شرعاً تو یہ ہے کہ تین دن تک رشتہ دار اور دوست احباب مہمانوں کو کھانا دیں' دعوتیں نہ کریں لیکن جو دور سے مہمان آئے ہیں یا خود اُس کے جو بچے یا اہل خانہ رہ گئے ہیں اُن کے کھانے کا انتظام کریں اور اگر بچے یتیم ہی رہ گئے ہیں تو اُن کی میراث سے تو کھانا کسی طور پر جائز نہیں۔ اگر بڑے بھی ہیں تو جب تک وہ میراث تقسیم نہیں ہوتی ہر ایک کو اپنا حصہ نہیں ملتا پھر کوئی اپنے حصے سے خرچ کرتا ہے تو کرے لیکن کوئی نہیں پوچھتا اس لئے نہیں پوچھتے ہم کہ یہ رسمیں ہم نے بنائی ہیں اور جو ہم نے بنائی ہیں اُن پر ہم حرف نہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

آنے دیتے۔امارت ہو غریبی ہو گھر میں کوئی چیز نہ بھی ہو تو بھی اُدھار مانگیں کچھ رہن رکھیں اُس کا اہتمام ہم کرتے ہیں جو ہم نے بنائی ہیں لیکن جو اللہ کا حکم ہے اور جو احکام ہیں شریعت کے اور جو فرائض ہیں اُن کے لئے ہمارے پاس فرصت ہی نہیں ہوتی۔تو فرمایا یہی بے وقوفی ہے کہ اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو نہ نبھایا جائے عقل مند وہ لوگ ہیں جو اُس عہد کو نبھاتے ہیں اور جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو کرتے ہیں اور کرنے کے بعد بھی اپنی حیثیت اور اپنے کام کرنے کے طریقے کو دیکھ کر وہ اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں شاید یہ قبول بھی ہوتا ہے کہ نہیں اس قابل ہے بھی کہ نہیں۔

ویخافونَ سوءَ الحساب. اور اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ جس طرح کا سخت حساب نہ ماننے والوں کا ہوگا کہیں ماننے کے بعد بھی میرے یہ ٹوٹے پھوٹے اعمال اکارت چلے جائیں اور میں اُس طرح نہ پکڑا جاؤں جس طرح نہ ماننے والے پکڑے جائیں گے اور کتنا بدنصیب ہوگا وہ شخص کہ جو دعوی ایمان کے ساتھ وظیفے چلے اور پتہ نہیں کیا کیا کرتا رہا اور محنتیں اور مجاہدے کرتا رہا لیکن وہ خلافِ سنت ہوں قابل قبول نہ ہوں چونکہ کوئی بھی عمل جو سنت کے خلاف ہے اُس میں صلاحیت اور بہتری نہیں ہے نہ وہ اللہ کے نزدیک قبول ہوگا نہ وہ قابل قبول ہے۔

والذین صبروا ابتغاء وجہِ ربھم. فرمایا وہ لوگ جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر اختیار کرتے ہیں۔صبر کا معنیٰ عربی لغت میں ہے رُک جانا جیسے گھوڑے کو باگ کھینچ کر روک لیا جائے ایسے عمل کو صبر کہتے ہیں۔اور سب سے بڑا صبر یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے رُک جائے۔بھوکا ہے اور کھانے کو حرام ملتا ہے تو حرام نہ کھائے بھوک برداشت کر لے' گناہ کر سکتا ہے گناہ کا موقع ہے لیکن اللہ کے حکم کو یاد کر کے اپنے آپ کو گناہ سے روک لے۔اسی طرح صبر کا مفہوم یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ رضائے الٰہی کی خاطر دنیوی مفادات چھوڑنے پڑتے ہیں چونکہ اُن میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے جیسے رشوت ہے اب کروڑوں کی مل رہی ہے لیکن اللہ کریم کی نافرمانی ہے تو وہ چھوڑ دیتا ہے اپنی غربت پہ قانع رہتا ہے قناعت کرتا ہے اُس پہ گزارا کرتا ہے لیکن وہ کروڑوں کے مفادات اس لئے نہیں لیتا کہ جو چیز جائز نہیں ہے یا اللہ کی نافرمانی ہے وہ نہ کروں تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ سیدھے راستوں پر رہنے والوں کو تکالیف دنیوی برداشت کرنا پڑتی ہیں جبکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شاید عبادتیں کرنے سے دنیوی مسائل جو ہیں وہ آسان ہو جائیں گے بلکہ بعض احباب بڑی باقاعدگی سے لکھتے ہیں جی میں ذکر بھی کرتا ہوں' نمازیں بھی باقاعدگی سے پڑھتا ہوں میری دکان نہیں چلتی اب دکان کا چلنا ایک اور کام ہے توفیق عبادت ایک اور کام ہے اگر دکان نہیں چلتی تو ممکن ہے آپ کا دکان چلانے کا طریقہ صحیح نہ ہو!ایک اصول ہوتا ہے خریدنے اور بیچنے کا وہ چیزیں بکتی ہیں جن کی لوگوں کو ضرورت ہو۔اب اگر کوئی ایسی چیزوں سے دکان بھر لے کہ جس جگہ اُس کی دکان ہے وہاں کے لوگوں کو اُن چیزوں کی ضرورت ہی نہ ہو تو وہ بکیں گی کیسے؟اب وہ نمازوں کے زور پہ تو نہیں بکیں گی' ہو سکتا ہے کاروبار میں جو کمی آ رہی ہے اُس میں کوئی ہماری کوتاہی ہو' ہم اُس میں کوئی غلط طریقہ کر رہے ہوں اسی طرح ملازمت میں انہی لوگوں کو اچھا سمجھا جاتا ہے جو اپنا کام ڈٹ کر کرتے ہیں۔اب ایک آدمی کام نہیں کرتا اور صرف نمازیں پڑھے جا رہا ہے تو اُس کی نمازوں پہ تو ملازمت میں ترقی نہیں ملے گی بلکہ نماز روزہ کرنے والے اور دین دار آدمی کو تو دوسرے بے نماز سے زیادہ کام کرنا چاہئے اور زیادہ اُس سے بہتر نظر آنا چاہئے زیادہ دیانتداری ثابت کرنی چاہئے۔اب دوسرے امور میں جو آدمی اللہ کا نافرمان ہے اور ایک اللہ

صلوۃ کا معنی

صرف نماز نہیں'

صلوۃ آدمی کی

پوری زندگی شب

وروز کا نام ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کافرماں بردار ہے تو واضح فرق ہونا چاہئے دونوں میں لیکن ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم دیکھیں تو ہمارے بازار حاجیوں سے بھرے ہوئے ہیں' اکثر دکاندار اکثر خرید وفروخت کرنے والے لوگ حاجی ہیں لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ کسی ایک پر بھی اعتبار کرنے کو دل نہیں چاہتا کیا عجیب بات ہے کہ ہم نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں حج بھی کرتے ہیں تسبیح بھی ہاتھ میں رکھتے ہیں اللہ اللہ بھی کرتے ہیں اور لین دین میں ہم پہ اعتبار نہیں کیا جا سکتا تو فرمایا اس میں تو۔

والذینَ یصلُونَ ما امر اللّٰہ بہٖ ان یوصل۔ اللہ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں جوڑتے ہیں جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے وہ کرتے ہیں اور پھر بھی لرزاں وترساں رہتے ہیں کہ اللہ قبول فرمالے اور کہیں سخت حساب کی زد میں نہ آجائیں اور پھر اللہ کی رضا کے لئے صبر کرتے ہیں تکلیفیں برداشت کرتے ہیں ناجائز منافع یا ناجائز آمدن کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اقاموا الصلوۃ۔ اللہ کی عبادت پہ قائم ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں ''صلوۃ'' مخصوص ہو گیا ہے لفظ نماز کے لئے اور نماز بجائے خود بھی ایک نامناسب سا لفظ ہے جسے ہم نے عبادت پہ لگا دیا ہے چونکہ غلط العام ہو چکا ہے تو غلط العام جو ہو جاتا ہے وہ بھی قابل قبول ہوتا ہے ہر کوئی اُس لفظ سے وہ معنی سمجھتا ہے۔ صلوۃ کا معنی صرف نماز نہیں ہے' صلوۃ آدمی کی پوری زندگی شب وروز کا نام ہے۔ رزقِ حلال کماتا ہے تو عبادت کر رہا ہے اُس میں حرام شامل کرتا ہے تو عبادت سے خارج ہو گیا' سچی بات کرتا ہوں تو عبادت کر رہا ہے صلوۃ ہے اس میں جھوٹ شامل کرتا ہے تو صلوۃ سے خارج ہو گیا' تعلقات میں جنگ اور صلح میں خرید وفروخت میں اخلاقیات میں معاملات میں جہاں جہاں اللہ کی اطاعت ہوگی اور خلوص اور ایمان کے ساتھ ہوگی وہ سب صلوۃ شمار ہو گی' اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ اپنی پوری کوشش کرتے تھے اطاعت الٰہی پہ کار بند رہنے کی تو اُن کے لئے قرآن حکیم نے فرمایا

تراھم رکعاً سجداً۔ تو انہیں جب بھی دیکھے گا وہ رکوع اور سجود میں ہوں گے انہوں نے دنیوی کام بھی کئے کھیتی باڑی بھی کی مزدوری بھی کی ملازمتیں بھی کیں تجارت بھی کی اور جہاد بھی کئے ایک عالم کو فتح کر لیا لیکن اُن کے ہر کام کو رکوع اور سجود قرار دیا قرآن کریم نے۔ اس لئے کہ جو کام بھی وہ کرتے تھے نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ہوتا تھا اور اللہ کی رضا کے لئے ہوتا تھا تو جو کام اللہ کی رضا کے لئے ہوگا اور نبی علیہ الصلوۃ السلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہوگا وہی صلوۃ ہوگا وہی رکوع وسجود ہے تو وہ اس خلوص سے کرتے تھے کہ رکوع اور سجود عبادت کا بھی حاصل ہے انتہائی کمال ہے عبادت کا رکوع اور سجود! تو وہ جو کام بھی کرتے تھے اس خلوص سے اور اس پابندی سے کرتے تھے کہ وہ رکوع اور سجود شمار ہوتا تو فرمایا جو اللہ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں اگر اُن پر سختی بھی آجائے مشکلات بھی آجائیں تو صبر کرتے ہیں۔ مشکلات سے یا سختی سے بھاگ کر اللہ کے در کو چھوڑ نہیں دیتے۔ اقاموا الصلوۃ۔ اللہ کی اطاعت پہ کار بند رہتے ہیں۔ وانفقوا مما رزقنٰھم سرا وعلانیۃً۔ جو چیزیں اللہ نے انہیں عطا کی ہیں جو کمال اللہ نے انہیں دیے ہیں وہ کمال علمی ہیں وہ کمال قوت کے اعتبار سے ہیں وہ کمال اقتدار کے اعتبار سے ہیں وہ کمال دولت کے اعتبار سے ہیں' جو نعمتیں اللہ نے انہیں دی ہیں انہیں اللہ کے حکم کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ میرے پاس امانت ہے کہ کس کی دی ہوئی چیز ہے ایک آدمی بڑا شہ زور ہے ہم دیکھتے ہیں لیکن اگر وہ اپنی طاقت کو

اللہ کے بندے یا دانا بندے

جنہیں سمجھ ہے یا جن کی بصارت
سلامت ہے جن کی نظر سلامت
ہے اُن کے ساتھ اگر اگلا خلافِ
شریعت سلوک کرتا ہے تو وہ
شریعت کی حدود نہیں پھلانگتے اُس
کا جواب اُس حد میں دیتے ہیں جو
شریعت نے مقرر کر دی ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

خلاف حق استعمال کرے تو ایک دفعہ وہی آدمی ہمیں دیواریں پکڑ کر چلتا ہوا یا لاٹھی پکڑ کر چلتا ہوا نظر آتا ہے اُس کی اپنی طاقت ہوتی ہے تو اُس کے پاس رہتی' کسی کی دی ہوئی تھی اُس نے لے لی۔ اس طرح دولت مند فقیر ہو سکتا ہے اسی طرح بہت بڑا جاننے والا سائنٹسٹ ہو یا مورخ ہو یا عالم ہو ایک وقت میں اُس کا دماغ اُس کا ساتھ چھوڑ سکتا ہے اُس کی یادداشت ختم ہو سکتی ہے تو جو نعمت بھی کسی کے پاس ہے وہ اللہ کی دی ہوئی ہے اور جب تک اُس کے پاس ہوتی ہے اُسے اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر خرچ کرتے ہیں دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اُس سے۔ خفیہ بھی علی الاعلان بھی ویدرءُ ون بالحسنتہِ السیئتہَ. اور بُرائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔ بُرائی یہ ہے کہ کوئی کسی سے ایسا سلوک کرے جس کا کرنا اُس کے لئے جائز نہیں ہے اور بھلائی یہ ہے جواب میں ویسا سلوک کیا جائے جس کی شریعت اجازت دیتی ہے۔ تو اللہ کے بندے یا دانا بندے یا جنہیں سمجھ ہے یا جن کی بصارت سلامت ہے جن کی نظر سلامت ہے اُن کے ساتھ اگر اگلا خلافِ شریعت سلوک کرتا ہے تو وہ شریعت کی حدود نہیں پھلانگتے اُس کا جواب اُس حد میں دیتے ہیں جو شریعت نے مقرر کر دی ہے۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم دس آدمیوں کو دیکھیں کہ وہ خلاف شریعت کر رہے ہیں تو ہم بھی خلاف شریعت کریں اور عجیب بات ہے دنیوی معاملات میں ایسا کوئی نہیں کرتا۔ اگر دس بندے سڑک پر کھڑے ہیں وہ اپنا لباس پھاڑ دیتے ہیں تو گیارہواں اگر دانش مند ہے تو وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ دس بندوں نے لباس پھاڑ دیا ہے میں بھی پھاڑ دوں بلکہ انہیں بھی سمجھانے کی کوشش کرے گا کہ یہ کیا جہالت ہے یا بے وقوفی کر رہے ہیں۔ دس بندے اگر اپنے گھر کو آگ

قرآن حکیم فرماتا ہے کہ جرم پر جو سزا ہے اس میں قوموں کی زندگی ہے

لگا دیتے ہیں تو کیا گیارہواں یہ دیکھ کر کہ دس نے آگ لگا دی وہ لگا دے گا۔ وہ تو اُن کو بھی روکنے جائے گا کہ کیا بے وقوفی ہے۔ دین کے معاملے میں جب ہم آتے ہیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے لوگ جب نمازیں نہیں پڑھتے تو میں ایک کیا پڑھوں گا یا سارے لوگ رشوت لیتے ہیں میں نے لے لی تو کیا حرج ہے۔ بات سارے لوگوں کی نہیں ہوتی بات ہر ایک کی اپنی ہے اور اگر ساری دنیا بھی اللہ کی اطاعت چھوڑ دے تو اللہ کی شان میں کیا فرق آ جائے گا۔ اور اگر کوئی ایک فرد بھی رہ جائے اور اُسے اطاعت الٰہی نصیب ہو تو اُسے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اتنے گمراہ لوگوں میں اللہ نے اُسے اطاعت کی توفیق عطا کر دی وہ اپنی اطاعت پہ قائم رہے اُن لوگوں کو دیکھ کر خود اطاعت سے گمراہ نہ ہو جائے بلکہ جسے اللہ ایمان نصیب کرے اُسے تو مثال بننا چاہئے۔ نہ کہ بُرائی میں دوسروں کی تقلید کرے۔ فرمایا اللہ کے بندے وہ ہوتے ہیں۔ ویدرءُ ون بالحسنتہِ السیئتہَ. بُرائی کو نیکی سے روکتے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں آج کا بڑا مسئلہ اور بین الاقوامی مسئلہ دہشت گردی بنا ہوا ہے کیا ہے جی دہشت گرد جو ہیں وہ لوگوں کو مار دیتے ہیں لوگوں کے گھر اُجاڑ دیتے ہیں بُری بات ہے انہیں روکنے کے لئے کیا کیا جائے انہیں روکنے کے لئے سارے ملک پر فوج چڑھا دو۔ کیا ان فوجی کارروائیوں سے جو امریکہ نے کیں دہشت گردی رُک گئی!

آگ ہی لائی گئی آگ بجھانے کے لئے

آگ بجھانے کے لئے آپ اور آگ لے آئیں گے تو آگ بجھے گی یا پھیلے گی؟ دہشت گرد دس گھروں کو تباہ کرتے تھے' امریکی کارروائیوں نے ممالک اُجاڑ دیے۔ وہ سو لوگوں کو مارتے تھے انہوں نے کروڑوں کو مار دیا۔ دہشت گردی سے دہشت گردی کو روکنے سے تو دہشت گردی بڑھی۔ لیکن اگر یہی رکاوٹ اس طرح پیدا کی جاتی کہ لوگوں کو روزگار فراہم کئے جاتے انصاف فراہم کیا جاتا اور جو ایک آدمی بُرائی کرتا ہے اُسے عدالت میں لایا جاتا اُس کے ساتھ انصاف کیا جاتا اور دوسرے جو

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسباب بنیادی ہوتے ہیں اب ایک بندہ جو بھوک سے مر رہا ہے اُس کے بچے مر رہے ہیں تو ظاہر ہے شاید وہ چوری کرنے پہ آمادہ ہو ہی جائے یا اُسے کوئی دس مہینے کا راشن سال کا دے دے تو اُسے کہے کہ فلاں جگہ بم پھینک آؤ تو وہ تو پھینک آئے گا۔ تو یہ حکومتوں اور حکمرانوں کی ذمہ داری نہیں ہے کہ بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرے اور بھوکوں کے کھانے کا اہتمام کریں؟ انسانی بنیادی ضرورتیں ذمہ داری ہوتی ہیں حکومت کی کہ وہ بچوں کے پڑھانے کا اہتمام کرے بیماروں کے علاج کا اہتمام کرے بے روزگاروں کو روزگار دینے کا اہتمام کرے تو جس بندے کو دو وقت کی روٹی اور اُس کے بچوں کی رہائش اور گھر نصیب ہو جائے اُس کا دل جرم کرنے کو نہیں چاہتا کون ایسا پاگل ہے جو خود کو مصیبت میں ڈالے گا! لیکن اس کے باوجود بھی اگر کوئی کرے تو پھر اُس بندے کو جو ایک جرم کرتا ہے اُسے عبرت ناک سزا دی جائے' تو مجرم کو سزا دینا بھی نیکی ہے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب. قرآن حکیم فرماتا ہے کہ جرم پر سزا جو ہے اسی میں قوموں کی زندگی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک آدمی کی سفارش کی گئی جس نے چوری کی تھی اور اُسے ہاتھ کاٹنے کی سزا ملی تھی تو قبائل کے سردار جمع ہوئے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ۔ یہ بڑے خاندان کا لڑکا ہے اور اچھے خاندان کا فرد ہے اور اس سے غلطی ہوگئی اس نے چوری کر لی تو اگر اس کے ہاتھ کٹ گئے تو پورا خاندان جو ہے اُس کی بڑی بدنامی ہوگی اور پتہ نہیں کب تک یہ بات چلتی رہے گی کہ تم لوگ تو چور ہو تو آپ ﷺ اسے معاف فرما دیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے اُس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر

سب سے بڑا صبر یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نافرمانی سے رُک جائے

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد رسول اللہ ﷺ پہ چوری ثابت ہو جاتی تو میں اُس کے ساتھ کٹوا دیتا۔ مزید فرمایا کہ پہلی قومیں تباہ اِسلئے ہوئیں کہ غریب جرم کرتے تو سزا پاتے اور امیر جرم کرتے تو انہیں معاف کر دیا جاتا۔ آج بھی عموماً ہمارا انصاف اس درجے پر پہنچ چکا ہے کہ غریب جرم تھوڑا کرتا ہے سزا زیادہ پاتا ہے۔ ایک دفعہ بہت بارشیں ہوئیں لوگوں کے مکان گر گئے تو بڑی کرم نوازی کی گئی کہ جس کا مکان گر گیا ہے اسے پانچ ہزار روپے قرض دیا جائے وہ پانچ پانچ ہزار تو لوگوں نے لے لئے لیکن لوگوں کو ہم نے دیکھا جب واپسی کا وقت آیا تو انہیں اتنا تنگ اور اتنا پریشان کیا گیا کہ مکان تمہارا ضبط ہو جائے گا فروخت کر دیں گے یہ کریں گے وہ کریں گے۔ یہاں تو انصاف پورا ہو رہا تھا لیکن جو لوگ پانچ پانچ سو کروڑ لے لیتے ہیں اُن کا معاف ہو جاتا ہے یعنی جواربوں میں لیتے ہیں وہ دیتے ہی نہیں اُن کے قرضے ہمیشہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بڑے لوگوں کے بچے جو جرم کرتے ہیں اُن کی بے شمار رعایتیں اور سفارشیں ہوتی ہیں کہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہتے ہیں جی باعزت بری ہو گیا غریب جرم نہ بھی کرے ایک دفعہ پکڑا جائے تو برسوں اُس کی جان نہیں چھوٹتی۔ انصاف کے طریقے کار لمبے ہیں.....

1972ء میں ایک گاؤں کے دو آدمیوں نے ایک بندہ قتل کر دیا دونوں آدمی 1984ء میں سزائے موت ہو گئے پھانسی لگ گئے انصاف ہو گیا ٹھیک ہے لیکن یہ 72ء سے 84ء تک جو بارہ سال لگے ان بارہ سالوں میں اُن کی زمینیں بک گئیں جائیداد بک گئی بچے آوارہ ہو گئے بیویاں پندرہ دفعہ کبھی پولیس والوں کے ہاتھوں اور کبھی وکیلوں کے ہاتھوں اور کبھی چپڑاسی کے ہاتھوں بے آبرو ہوئیں۔ یہ سزا کس جرم کی تھی؟ اب بارہ سال جو انہوں نے جیل کاٹی اور جو دو خاندان ہی تباہ ہو گئے یہ کس جرم کی سزا تھی؟ کیا صرف یہی قصور تھا اُن کا کہ وہ غریب تھے! انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

انہوں نے ایک بندہ قتل کر دیا آپ مہینہ نہ سہی دو مہینے لگتے انہیں پھانسی پہ لٹکا دیتے جھگڑا ختم ہو جاتا۔ یہ تو انصاف تھا لیکن انصاف میں تاخیر بھی ظلم بن جاتی ہے۔ بارہ سالوں کی طوالت نے اُن کے گھر اُجاڑ دیئے بچے آوارہ کر دیے بیویاں بے آبرو کر دیں تو بچا کیا باقی؟ تو بُرائی کا جواب بھلائی سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی حدود شرعی توڑ کر احکام شریعت توڑ کر بُرے انداز سے سلوک کرتا ہے تو وہ اُس کا جواب شرعی حدود کے اندر دیتا ہے اگر قاتل کو عدالت سزائے موت دیتی ہے تو قاتل نے جو قتل کیا اُسے بُرائی کہا جاتا ہے لیکن عدالت جو اُسے سزا موت دیتی ہے اُسے بُرائی نہیں کہتے وہ نیکی ہے حالانکہ دونوں طرف بندہ ہی قتل ہوا اُس نے بندہ قتل کیا عدالت نے حکم دیا وہ بھی بندہ قتل ہو گیا۔ لیکن اُس کا قتل کرنا بُرائی تھا عدالت نے قانون کے مطابق جو سزائے موت دی یہ نیکی تھی۔ تو بُرائی کو نیکی سے ختم کیا جاتا ہے اِس سے مراد یہ نہیں ہے کہ عیسائیوں کی طرح اگر ایک گال پہ تھپڑ لگے تو دوسرا آگے کر دو یہ مراد نہیں ہے مراد یہ ہے کہ جو کوئی بُرائی کرتا ہے زیادتی کرتا ہے اُس کا جواب دیتے وقت وہ حدودِ شرعی کو چھوڑ نہیں دیتا اُس نے حدودِ شرعی کو چھوڑا بُرائی کی لیکن اُس کا جواب شریعت کے اندر رہ کر جو دیتا ہے وہ نیکی ہے۔

اولٰـئک لھم عُقبی الدار. آخرت کا گھر ایسے لوگوں کے لئے ہے۔ جنٰتُ عدن یدخلونھا و من صلح من ابائھم وازواجھم و ذریتھم. ایسے لوگوں کی تو اللہ فرماتا ہے موج لگ جائے گی۔ جنت اُن کے لئے ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ لوگ بھی جو اُن کے آباؤ اجداد میں سے شریعت پہ کاربند ہے وہ بھی ہوں گے اُن کی بیویاں ہوں گی اُن کے بچے ہوں گے یعنی

> بعض احباب بڑی باقاعدگی سے لکھتے ہیں۔ جی میں ذکر بھی کرتا ہوں، نمازیں بھی پڑھتا ہوں میری دکان نہیں چلتی۔ اب دکان کا چلنا ایک اور کام ہے عبادت ایک اور کام ہے۔ اگر دکان نہیں چلتی تو ممکن ہے آپ کا دکان چلانے کا طریقہ سہی نہ ہو۔

خاندانوں کے خاندان اگر شریعت پہ کاربند رہے تو جنت میں خاندانوں کے خاندانوں کو جگہ دے دی جائے گی اکٹھے یکجا کر دیے جائیں گے اور مل کر رہیں گے۔

والملٰـئکۃُ یدخلونَ علیھم من کل باب o اور فرشتے خادموں کی طرح ہر دروازے پہ اُن کی خدمت کے لئے کھڑے ہوں گے اور داخل ہوں گے اور انہیں کہیں گے۔

سلٰم علیکم بما صبر تم. اللہ کی سلامتی ہو تم پر کہ تم نے صبر سے زندگی کاٹی ہے یعنی شریعت پر جم کر رہے مصیبت آئی تو بھی راحت آئی تو بھی، بھوک افلاس آیا تو بھی، اور دولت آ گئی تو بھی حدودِ شرعی کو نہیں چھوڑا۔ یہ صبر ہے! تم نے صبر کیا۔

فنعمَ عُقبی الدار o تو کتنا مزے کا یہ آخرت کا گھر ہے اب موج کرو۔

آخرت کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے اور دنیا کی زندگی چند روزہ ہے خوش نصیب ہے وہ جو والدین کی نجات کا سبب بھی بنے اور اولاد کی نجات کا سبب بھی بن جائے اور اللہ کریم اپنے چاہنے والوں اپنے سے محبت کرنے والوں پر یہ انعام فرما دیتے ہیں کہ اُن کے والدین کو بھی نجات ہو جاتی ہے اولادوں کو بھی نجات ہو جاتی ہے اور آخرت میں اللہ کریم کامیابی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کریم ہم سب پہ رحم فرمائے ہماری خطاؤں اور گناہوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں اُن لوگوں میں شامل فرمائے جن کے خاندانوں کے خاندان جنت میں داخل ہوں گے۔

و آخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین

☆☆☆☆☆

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

حافظ جمیل شاہ صاحب کے چچازاد بھائی سبط نبی شاہ امیر سلسلہ عالیہ ضلع ایبٹ آباد، پروفیسر برن ہال کالج ایبٹ آباد، چھ فروری شام انٹرنیٹ پر ذکر میں شرکت کیلئے گھر سے نکلے اور پی ۔سی۔او پر فون کرتے ہوئے گولی کا نشانہ بن کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین ساتھی سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

روح کی حقیقت اور شیخ کی عظمت

انسان اتنا معزز کیوں ہوگیا کہ عرشِ عظیم سے لیکر فضاؤں تک ہر چیز کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے؟ اس لئے کہ اُس میں روح ہے وہ روح جو عالم امر سے متعلق ہے وہ عرشوں کے تقدس سے پاک' آسمانوں کی لطافت سے لطیف' فرشتوں کے وجود سے نازک تر' کائنات کی تمام رنگینیوں سے زیادہ رنگین زیادہ خوبصورت زیادہ حسین اور آئینہ ہے تجلیات باری کا' حصہ ہے پرتو جمال کا' کرن ہے نورِ جمال کی' باقی انسان تو مشت غبار ہے اُس میں کیا رکھا ہے!

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 8-02-04

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

ویسئلونک عنِ الرُوحِo

قُلِ الروحُ من امرِ ربی وما اوتیتُم

منَ العلمِ الا قلیلاًo

من جملہ دوسری باتوں کے جو اہل مکہ حضور اکرم ﷺ کے خلاف کرتے تھے دکھ پہنچانے تکالیف پہنچانے رکاوٹیں ڈالنے کے ایک طریقہ کار یہ بھی تھا کہ وہ نہ صرف مقامی طور پر بلکہ دور نزدیک سفر کر کے خصوصاً یثرب میں یہود کے علماء تھے اُن کے پاس جاتے اور اُن سے ایسے سوال لاتے جن کا جواب ممکن نہ ہو اُن کی نگاہ میں۔

''یثرب'' مدینہ منورہ کا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے کا نام ہے۔ اور وجہ تسمیہ اُس کی یہ ہے کہ یہاں ایک خاص قسم کی جھاڑی ہوتی تھی جس میں ایک خاص قسم کی مکھی اُسی جھاڑی سے وابستہ رہتی تھی اور وہ جسے کاٹ لیتی اُسے بخار ہو جاتا تو یہ جگہ تکلیف دہ تھی بیمار کر دیتی تھی اس لئے اس کا نام ''یثرب'' پڑا آجکل بھی بعض شعراء بھی یثرب استعمال کرتے ہیں نعتوں میں اور بعض عقیدت مند بھی۔ شاید وہ اس وجہ سے اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں کہ یثرب تھی یا تکلیف دہ جگہ تھی جو جاتا تھا بیمار پڑ جاتا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو باقی برکات کے ساتھ دنیوی اعتبار سے نہ وہ مرض رہا نہ وہ جراثیم رہے نہ وہ بیماری رہی تو پھر اس کا نام مدینہ رکھا۔ مدینہ کا ترجمہ شہر ہے پھر اس کا نام مدینۃ النبی ﷺ رکھا گیا۔ نبی کریم ﷺ کا شہر۔ عربی میں مدینہ آپ کسی شہر کو بھی کہہ سکتے ہیں مدینہ سے مراد ہے جہاں مل جل کر لوگ رہتے ہوں آبادی بستی شہر تو اس کا نام مدینۃ النبی ﷺ ہے اور اُسے اختصار سے مدینہ کہہ دیا جاتا ہے۔ تو اُس وقت یثرب تھا۔

اور مشرکین مکہ اپنے لوگوں کو بھیجتے علما یہود کے پاس کہ کچھ ایسے سوالات لاؤ جو بزم میں بھری محفل میں لوگوں میں آپ ﷺ پر کئے جائیں اور آپ ﷺ کو لاجواب کیا جائے یہ لڑائی بھڑائی یہ رکاوٹ یہ تکلیف دینا یہ تو اپنی جگہ ہے پر اس سے خلقِ خدا تو نہیں مانے گی کہ اگر آپ ایک شخص کو اذیت دے رہے ہیں تو وہ نبی نہیں ہے تو ہم انہیں لوگوں کے سامنے لاجواب کریں۔ اُس میں ایک بہت بڑا سوال یہ تھا جو سوال وہ لاتے تھے اُن سوالوں میں بہت بڑا سوال یہ تھا کہ ''روح کیا ہے؟'' اور اس بات میں وہ ایک حد تک سچے بھی تھے کہ اس موضوع پر سوائے نبی کے کوئی زبان نہیں کھول سکتا۔ کوئی

> بندہ تو موت کی امانت ہے جس طرح تم اپنے مال کی اپنی چیزوں کی حفاظت کرتے ہو اس طرح موت بندے کی حفاظت کرتی ہے اُس وقت تک کہ جب تک وہ خود اُسے وصول نہ کر لے۔ ا

www.naqshbandiaowaisiah.com

سائنس کے ذریعے سے یا کسی اور فلسفے کے ذریعے سے یا کسی اور علم کے ذریعے سے روح کی تعین نہیں کر سکتا کہ روح ہے کیا بلکہ سائنس نے تو اتنا عرصہ جھک مارنے کے بعد اب صرف مانا ہے کہ روح بھی ہے۔ اب کیا ہے؟ یہ سوال تو بہت دور ہے بہت پیچھے ہے۔ آج کا عہد سائنس کی انتہائی ترقی کا عہد ہے اور آج جب اعضاء کی پیوند کاری آئی مرنے والے نے آنکھیں ''ڈونیٹ'' کر دیں انہیں محفوظ کر دیا گیا کسی زندہ کو لگائی گئیں تو وہ دیکھنے لگ گیا مرنے والے نے کوئی اور عضو دل یا گردہ ڈونیٹ کر دیا۔ تو سائنس کو اب سمجھ آئی کہ یہ آنکھ جو ہے یہ مرنے والے کے وجود میں بھی دیکھ سکتی تھی اس میں دیکھنے کی قوت اور اس کی ساری میکینزم یا مشینری درست ہے لیکن کوئی چیز ایسی تھی جو اُس بدن سے ''مائنس'' ہو گئی نفی ہو گئی چلی گئی اور جب بدن میں ہم نے یہ آنکھ لگائی ہے اُس میں وہ چیز ہے وہ پھر یہ آنکھ دیکھنے لگ گئی اس کا مطلب ہے کہ روح جو کہتے ہیں وہ کچھ ہے سہی۔ یعنی مرنے والے کے وجود سے روح الگ ہوئی تو یہ آنکھ بے چراغ ہو گئی، نہیں دیکھ رہی تھی لیکن جب زندہ جسم کو لگائی گئی تو یہ دیکھنے لگ گئی تو یہاں پہنچ کر سائنس کو یہ پتہ چلا کہ روح ہے سہی۔ اب تک تو روح سے انکار تھا۔ تو یہ بہت اہم سوال تھا۔ انہوں نے سوال کیا۔ من جانب اللہ جو جواب آیا۔

قُل الروح من امر ربی. انہیں بتا دیجئے کہ روح امر ربی سے ہے میرے رب کے امر سے ہے۔ ''امر'' اللہ کی صفت ہے اور یہ عالم دو ہیں جیسے قرآن حکیم میں آتا ہے۔ ولہ الخلق والامر. اُس کا ہے خلق بھی اور وہی مالک ہے امر کا بھی عالم خلق کیا ہے؟ اس خاک کے حقیر ذرے سے لیکر ایک ایٹم سے بھی کم تر ذرے سے لیکر اس ساری فضاؤں کو اور سیاروں کو ستاروں کو آسمانوں کو ساتوں آسمانوں کو پھر

رزق نصیب کا ملتا ہے۔ کام کرنا

اطاعتِ الٰہی ہے اور مزدوری

کرنا عبادت ہے۔ تلاشِ رزق

حلال اسی طرح فرض عین ہے

جس طرح عبادت فرضِ عین ہے

اُس سے بالاتر نو عرشوں کو عالم خلق محیط ہے اسی میں ساری مخلوق بستی ہے۔ کتنی مخلوق زمین پر ہے کوئی گن نہیں سکتا، کتنی پانیوں میں ہے شمار نہیں ہوتی کتنی ہواؤں میں بستی ہے شمار نہیں ہوتی کتنی نباتات جمادات انسان شمار نہیں کر سکتا اور جو انسانی علوم سے بالاتر ہے آسمانوں میں ملائکہ میں فرشتے ہیں ارواح ہیں علیین میں عرشوں میں کہاں کہاں تک کیا کچھ ہے کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے یا کسی کو اللہ بتا دے۔

وکذٰلک نُری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض. ہم نے ابراہیم علیہ السلام پر زمینوں اور آسمانوں کی بادشاہتیں کھول کر رکھ دیں دکھا دیا دیکھو زمینوں میں کیا ہے آسمانوں میں کیا ہے۔ اب یہ اُس کی مرضی۔ وکذالک نُری ۔ہم نے دکھا دیا اسی طرح۔ ابراھیم. ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت السمٰوٰت والارضِ۔ بادشاہتیں آسمانوں کی مخلوق آسمانوں کی اُن کا نظام اُن کا کس طرح سے کام چلتے ہیں کیا اُن کا سسٹم ہے بنا ہوا۔ کیسی حکومتیں ہیں اور زمین کا نظام اور زمین کی مخلوق کا نظام کیسے چلتا ہے ہم نے اُن پر کھول کر رکھ دیا۔ لیکن وہ قادر ہے۔ اسی ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ بیٹے کو قربان کر دو اور انہوں نے بیٹے کی گردن پہ رکھ کے چھری چلا دی۔ یہ پتہ نہیں چلنے دیا کہ بیٹا ذبح ہوا ہے یا دنبہ ذبح ہوا ہے۔ ایک وقت میں اُس ابراہیم علیہ السلام کے سامنے زمین و آسمان کی ساری ریاستیں اور سارا ریاستی نظام کھول کر رکھ دیا کہ لو دیکھو اور دوسرے لمحے وہی ابراہیم علیہ السلام ہیں اب اگر انہیں پتہ ہوتا کہ اسماعیل علیہ السلام نے ذبح نہیں ہونا۔ ذبح تو میں نے دنبہ کرنا ہے تو قربانی کس بات کی تھی؟ آپ کسی سے کہیں کہ بیٹے کو لٹا کر اُسے پھر اٹھا دینا دنبہ ذبح کر دینا ہر کوئی کر سکتا ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کا کمال کیا ہے؟ کمال یہی ہے کہ انہوں نے تو اپنی آنکھیں بھی بند کر لیں بیٹے کی آنکھوں پہ بھی پٹی باندھ لی، لٹا دیا، چھری چلا دی خون کے فوارے بہے، جسم

تڑپا وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ میں نے اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کر دیا ہے جب آنکھ کھولی تو دیکھا ایک دنبہ ذبح ہوا پڑا ہے اور اسمٰعیل علیہ السلام تو اِدھر کھڑے ہیں تو پریشان ہو گئے کہ یہ کیا ہوا میری قربانی رائیگاں گئی اللہ نے قبول فرمایا۔

قد صدقت الریا. ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنا خواب پورا کر دیا۔ اب یہ میرا کام ہے کہ میں نے جنت سے دنبہ بھیج دیا یہ میرا کام ہے لیکن تم قد صدقت الریا۔ تجھے جو میں نے خواب میں حکم دیا تھا تو نے اُسے سچا کر دیا تو وہ قادر ہے کہ اُس بندے کو ایک آن میں ملکوت السموٰت والارض. بتا رہا ہے اور دوسرے لمحے اُس بندے کو یہ بھی پتہ نہیں کہ ذبح دنبہ کر رہا ہوں یا بیٹا کر رہا ہوں۔ اُس کے علوم کو کوئی محیط نہیں ہے وہ واحد ہے لاشریک ہے نہ اُس کی ذات میں کوئی اُس جیسا ہے نہ اُس کی صفات میں کوئی اُس جیسا ہے اور دونوں عالم کا مالک وہ ہے خلق کا مالک بھی وہ ہے امر کا مالک بھی وہ ہے خلق اور امر میں ایک فاصلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم خلق سارے کا سارا وقتی ہے گنتی کے دنوں کا ہے صدیوں کا ہوا ربوں سالوں کا ہو۔ لیکن اس کی انتہا ہے۔ خلق جہاں ہے وہاں موت ہے اس لئے کہ موت حیات سے مقدم ہے زندگی سے پہلے ہے۔

خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً o موت کو پیدا کیا اور زندگی کو پیدا کیا۔ قرآن کی ترتیب بتاتی ہے کہ موت مقدم ہے پہلے بھی تو فنا تھی موت تھی کچھ نہیں تھا مخلوق پیدا فرما دی اور پھر آگے موت رکھی۔ تو عالم خلق سے پہلے موت ہے۔ یہ جو کہتے ہیں نا" فلاں بے وقت مر گیا" یہ بھی گستاخی ہے بے وقت کوئی نہیں مرتا۔ ہر کوئی اپنے وقت پہ مرتا ہے۔ اگر کوئی صدی بھی پوری کر جائے تو کہتے ہیں نواب زادہ نصراللہ صاحب کی بے وقت موت نے...... بھائی! بے

سائنس دانوں نے انسانی وجود کا تجزیہ کر کے اس میں جو جو عناصر میڈیکلی ہیں انہیں الگ الگ کر کے قیمت لگائی تھی اڑھائی روپے۔ سارا میٹریل اڑھائی روپے پاکستانی کا بنا تھا

وقت کہاں سے ہے؟ موت تو زندگی سے پہلے ہے، کسی کی موت بے وقت نہیں ہے ہر کوئی اپنے وقت پہ مرتا ہے ایک لمحہ تاخیر نہیں ہوتی ایک لمحہ تقدیم نہیں ہوتی۔ کوئی اُسے آگے پیچھے نہیں کرسکتا۔ تو عالمِ خلق میں سارے میں موت ہے زندگی کے ساتھ ساتھ۔

بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہُ الکریم کا ایک قول ہے کہ موت تو اپنے وقت تک بندے کی حفاظت کرتی ہے کہ یہ میرا مال ہے جب میرا وقت آئے گا میں اُسے لوں گی اور اسے کوئی نہیں لے سکتا۔ بندہ تو موت کی امانت ہے۔ جس طرح تم اپنے مال کی اپنی چیزوں کی حفاظت کرتے ہو اس طرح موت بندے کی حفاظت کرتی ہے اُس وقت تک کہ جب تک وہ خود اسے وصول نہ کر لے۔ اسی طرح فرمایا رزق بندے کو تلاش کرتا ہے جو اُس کے مقدر کا ہے وہ اُس تک پہنچتا ہے۔ کام کاج جو ہم کرتے ہیں اسی پر رزق کا انحصار نہیں۔ کتنے لوگ ہیں جو سارا دن مزدوری کرتے ہیں ایک وقت کا کھانا نہیں ملتا اور کتنے نکمے ہیں جن کے کتے بھی دودھ اور گھی کھاتے ہیں۔ رزق نصیب کا ملتا ہے۔ کام کرنا اطاعتِ الٰہی ہے اور مزدوری کرنا عبادت ہے۔ تلاشِ رزق حلال اسی طرح فرض عین ہے جس طرح عبادت فرض عین ہے اور محنت کرنا ملازمت کرنا زراعت کرنا تجارت کرنا کاروبار کرنا یہ سارا کیا ہے؟ یہ عبادت ہے، اطاعت الٰہی ہے کہ اُس نے کام کرنے کا حکم دیا۔ نماز کیوں عبادت ہے؟ اس لئے کہ اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا، عبادت ہے۔ روزہ کیوں عبادت ہے؟ اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا عبادت ہے۔ اس طرح کام کرنا عبادت ہے اور حصول رزق کے لئے کام نہ کرنا ناشکری ہے اور اللہ کے دیے ہوئے عقل اور ہاتھ پاؤں کو استعمال نہ کرنا ایک ناشکری ہے جس کی جواب دہی ہوگی۔ رزق وہ پھر بھی دیتا رہتا ہے کوئی چوری کر کے لیتا ہے اُسے اُس راستے سے دے دیتا ہے لیکن حساب کرے گا کہ میں نے تو تجھے کہا تھا مزدوری کر کے لے تُو نے چوری کر کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

یہ آجا بتا کیوں یہ۔

رشوت سے لیتا ہے جوئے سے لیتا ہے

ناجائز ذرائع سے لیتا ہے تو ملے گا اس کو اپنا ہی

اربوں جمع کرلے اپنے حصے کا کھائے گا باقی

جس کا حصہ ہے اس کے لئے چھوڑ کر مر جائے

گا۔ وہ ایسا بے نیاز ہے کہ کھربوں پتیوں کو چنے

کھانے پہ مجبور کر دیتا ہے اور کچھ پیٹ ہضم ہی

نہیں کرتا۔ مرض ایسا ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز کھا پی

نہیں سکتا اپنا حصہ ہی کھائیں گے کھربوں

روپے پڑے رہیں پتہ نہیں وہ کس کے نصیب

کے ہیں جس کے ہیں اس کے پاس جائیں

گے۔ تو یہ کام کاج کرنا عبادت ہے۔

تو عالم خلق میں ہر چیز کے پیچھے موت لگی

ہوئی ہے عالم امر میں موت کی رسائی نہیں ہے۔

امر صفت ہے اللہ کی' اللہ کی ذات جس طرح

ازلی وابدی اور قدیم ہے اس طرح اس کی

صفات بھی ازلی ابدی اور قدیم ہیں۔ اس کی

کوئی صفت ایسی نہیں جو کبھی نہیں تھی اور پھر

حاصل ہوگئی یا حاصل ہوگئی تو کبھی نہیں رہے گی

یہ اس کی شان کے لائق نہیں ہے جیسے اس کی

ذات ہے ویسے اس کی صفات ہیں کہ بھئی کمال

ہے سارے عالم خلق میں روح انسانی کو عالم امر

سے بھیج دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روح کے

لئے تو موت نہیں موت عالم خلق کے لئے ہے

عالم امر میں موت کا دخل نہیں۔ عالم امر سے

روح کو پیدا کیسے فرمایا؟ کوئی تجلی ڈالی اور پیدا

ہوگئی؟ کوئی اپنا پرتو جمال القا کیا؟ دست

قدرت سے بنایا؟ کیسے کیا؟ اس سوال کا جواب

یہ دیا۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا. یہ

بات انسان کی عقل سے بالاتر ہے۔ یہ تمہارے

سمجھنے کی بات نہیں' تمہارے لئے اتنا کافی ہے

کہ روح عالم امر سے ہے بس۔ عالم امر سے وہ

کیسے بنی؟ کیا ہے؟ اس کی کیا ماہیت ہے؟ کیا

کیفیت ہے؟ وہ پرتو جمال سے بنی؟ وہ کسی

خاص تجلی سے بنی؟ کسی خاص صفاتی تجلی سے بنی

ذاتی تجلی سے بنی؟ اس سے تمہارا کوئی سروکار

قرآن کا حاصل کیا ہے؟ بندہ

اپنے وجود کو آلائشوں سے بچا

کر اس مہبط تجلی باری کی

رہائش کے قابل بنالے یہ سارے

قرآن کے نزول کا' علم کا'

تفسیر کا حاصل ہے۔

نہیں اس لئے کہ تمہارے علوم کی حد ہے اور یہ

کام ان حدود سے بالاتر ہے۔ بس تم صرف یہ

سمجھ لو کہ روح عالم امر سے ہے۔

اب یہ جو عالم خلق ہے اور اس میں جو

زمین ہے جس پہ انسان بستا ہے یہ مرکز ہے تمام

ستاروں سیاروں کا تمام افلاک کا آسمانوں کا

تمام عرشوں کا۔ عرش عظیم کیا ہیں؟ نو عرش کیا

ہیں؟ سیکرٹریٹ ہے رب ذوالجلال کا۔ اللہ تو ہر

جگہ موجود ہے لیکن ہم دعا کے لئے ہاتھ اوپر

کیوں اٹھاتے ہیں؟ کیا نیچے اللہ نہیں ہے؟ جس

طرح ہم سجدہ بیت اللہ کو کرتے ہیں کہ اللہ نے

متعین کر دیا کہ میری تجلی ذات کا مظہر یہ ہے تم

سارے ورنہ نماز میں کوئی ادھر منہ کرتا کوئی ادھر

کرتا کوئی ادھر کرتا کوئی ادھر کرتا ایک مرکزیت

قائم کر دی۔ دعا کے لئے عرش کو قبلہ بنا دیا کہ وہ

سیکرٹریٹ ہے بارالہا کا۔ وہاں سے فرشتوں کو

احکام ملتے ہیں روزمرہ کے جو تبدیلیاں آنا جانا

نظام کائنات چلانے کے لئے ورنہ اللہ تو ہر جگہ

موجود ہے اللہ تو کسی جگہ پابند نہیں ہے اس کی

ذات کے سامنے کائنات کی حقیقت ہی کوئی

نہیں کائنات کا وجود ہی ثابت نہیں ہوتا اس کی

عظمت کے سامنے ان زمینوں آسمانوں عرشوں

کا ہونا نہ ہونا برابر ہے ان کی کوئی حیثیت نہیں

اس کی ذات اس سے عظیم تر ہے۔ اب

چاند ہے زمین کی تبدیلیوں کا اس سے تعلق ہے

سورج ہے زمین کی تبدیلیوں کا اس سے تعلق

ہے ستارے سیارے فضائیں بادل ساری

کائنات کی توجہ کا مرکز ہے زمین۔ زمین میں جو

کچھ ہے۔ هوا الذی خلق لکم ما فی

الارض جمیعاً. اے انسان! روئے زمین پر

جو کچھ ہے میں نے تیرے لئے پیدا کیا ہے اب

تو اس سے ایٹم بم بنا تیری مرضی تو اس سے

باغ کھلا تیری مرضی تو اس سے گل کھلا تیری

مرضی تو اس سے زہر پیدا کر تیری مرضی میں

نے سب کچھ تیری خاطر پیدا کر دیا۔

انسان اتنا معزز کیوں ہو گیا کہ عرش

عظیم سے لیکر فضاؤں تک ہر چیز کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے؟ اس لئے کہ اس میں روح ہے وہ روح جو عالم امر سے متعلق ہے وہ عرشوں کے تقدس سے پاک' آسمانوں کی لطافت سے لطیف' فرشتوں کے وجود سے نازک تر' کائنات کی تمام رنگینیوں سے زیادہ رنگین زیادہ خوبصورت زیادہ حسین اور آئینہ ہے تجلیات باری کا' حصہ ہے پرتو جمال کا' کرن ہے نور جمال کی' باقی انسان تو مشت غبار ہے اس میں کیا رکھا ہے! سائنس دانوں نے انسانی وجود کا تجزیہ کر کے اس میں جو جو عناصر میڈیکلی ہیں انہیں الگ الگ کر کے قیمت لگائی تھی اڑھائی روپے۔ سارا میٹریل اڑھائی روپے پاکستانی کا بنا تھا چند برس پہلے جب سائنس دانوں نے اس کا لیبارٹری تجزیہ کیا کہ اس میں کون کون سے اتنا کیلشیم ہے اتنی فلاں ہے اتنی فلاں ہے تو اس سے انسانی وجود بن جاتا ہے۔ اس سب کا تجزیہ کیا گیا تو اڑھائی روپے کا میٹریل تھا اس اڑھائی روپے کو تو کوئی سجدہ نہیں کرتا اس اڑھائی روپے پر تو کوئی قربان نہیں ہوتا اس کی تو کوئی غلامی نہیں کرتا یہ عزت انسانی کس لئے ہے اس میں روح ہے عالم امر کی۔ اس میں کرن ہے جمال باری کی ہر انسان ایک پوری کائنات ہے ایک پورا جہان ہے۔ جس طرح عرش عظیم سیکرٹریٹ ہے اس کا دماغ وجود کا سیکرٹریٹ ہے جہاں اللہ جل شانہٗ کی حکومت ہے وہاں اس کے دل میں اللہ جلوہ گر ہو جاتا ہے جس طرح کائنات بسیط میں بے شمار مخلوق ہے انسان کے ایک ایک رگ و ریشے میں لاکھوں جراثیم اور لاکھوں ایٹم اور اربوں کھربوں مخلوق ایک وجود کے اندر بس رہی ہے۔ آج تو عام بات ہے آپ کہتے ہیں ملیریا کے جراثیم آ گئے پیدا ہو گئے نا اندر پھر آپ نے انجکشن دیا مر گئے تو اس کا مطلب ہے اندر ایک جہان ہے مخلوق پیدا بھی ہوتی ہے مخلوق مرتی بھی ہے اس میں تبدیلیاں بھی آتی ہیں جیسے دنیا پہ انسانوں پر برائی پھیل جائے تو فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس.

وجود کے اندر جو ہیں جب ان میں برائی آتی ہے تو وجود کو بخار ہو گیا ٹی۔ بی ہو گئی گردے خراب ہو گئے کوئی نہ کوئی فساد پیدا ہو جاتا ہے نا! اس کا مطلب ہے ہر بندہ ایک مکمل جہاں ہے اور اس جہان کو آباد کرنے کے لئے وہ پرتو جمال جو روح کی صورت میں ہے اس میں موجود ہے۔ اب اس انسان کو دیکھو جو اس وجود کو اتنا گندا کر دے کہ اسے روح سے نسبت دیتے ہوئے بھی حیا آئے جو اس کو اتنا آلودہ کر دے تو سمجھ آتی ہے کہ کفر پر عذاب کیوں ہوگا۔ سب سے بڑی غلاظت کفر و شرک ہے اللہ کا انکار ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے اب اس کے پرتو جمال کے اندر ہوتے ہوئے اسے نہ مانا جائے اس کے اندر ہوتے ہوئے اسی جیسا کسی اور کو مانا جائے تو اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا! اس لئے فرماتا ہے یہ فیصلہ یہیں سن لو باقی فیصلے قیامت میں کریں گے یہ فیصلہ یہاں سن لو انکار پر یا شرک پر جو مرا میں اسے نہیں معاف کروں گا۔ وہ قابل معافی نہیں ہے۔

ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہٖ.

آپ یہ سارا سوچ کر جو میں نے عرض کیا آپ فیصلہ کریں کیا یہ بخشے جانے کے لائق ہے؟۔ اچھا کفر و شرک سے تو بچ گیا لیکن اس نے جو جمال باری کا مسکن تھا اسے غلاظتوں سے آلائشوں سے بھر دیا آلودہ کر دیا اس میں گناہ کی ظلمت ڈالتے ڈالتے اسے تاریک کر دیا' حرام کھاتے کھاتے اس پر کیا سے کیا غلاف چڑھا دیئے' سود کھا لئے چوری کا مال کھا لیا جھوٹ بول کر لے لیا' یہ سب کچھ کرتے کرتے اب ہر گناہ کی تاریکی الگ ہے اور ہر گناہ کی بدبو الگ ہے۔ تو ایک اس گھر کو جس میں اس کا پرتو جمال بستا تھا غلاظتوں سے تاریکیوں سے بدبوؤں سے بھر دیا تو کیا اس کا محاسبہ نہیں

> جس طرح سورج کے بغیر عالم بے چراغ ہو جائے اسی طرح انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بغیر کائنات بے چراغ ہو جائے اور جس طرح چاند ستارے سورج سے مستفید ہو کر تاریک راتوں میں رہنمائی کرتے ہیں اسی طرح مشائخ عظام سینے کو محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے چمکا کر دنیا کی تاریکیوں میں مخلوق کی رہنمائی کرتے ہیں

ہوگا؟ محاسبہ اس اعتبار سے ہوگا یہ مت بھولیں کہ یہ تو ایک چھوٹی سی غلطی ہے اس پہ نہیں۔ محاسبہ اس اعتبار سے ہوگا کہ میں نے تیرے سینے میں اپنی ذات کو بسا دیا اور تو نے میرے ارد گرد غلاظتوں کے انبار لگا دیے۔ آپ سے کم تر درجے کا کوئی مہمان آپ کے گھر آ جائے جس کمرے میں آپ اسے بٹھائیں اس کے گردا گرد قربانی کی اوجھڑیاں مردہ کتے مردہ چیزوں کی جانوروں کے ڈھانچے بدبودار کیچڑ غلاظتیں اٹھا کر لیٹرینیں صاف کر کے اس کے گرد ڈھیر لگاتے جائیں تو کتنا خوش ہوگا وہ؟ کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟ پھر یہ جو زندگی بے عملی اور گناہ کی ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ تو بندہ ہے یہاں تجلیات باری جلوہ گر ہیں اور اس کے گرد غلاظتوں کے ڈھیر لگائے جا رہے ہیں' اور پھر ہمیں مولوی ڈراتا ہے کہ تمہیں بہت مارے گا' مارے گا نہیں حساب کرے گا بھائی! اور جو ہم کر رہے ہیں ویسا ہم سے ہوگا۔ اللہ کریم فرماتا ہے۔ وما ظلمھم اللّٰہ میں نے کسی سے زیادتی نہیں کی۔ ولکن انفسھم یظلمون۔ یہ اپنے لئے اپنے اوپر خود ظلم تو کرتے رہے انہیں کیا ضرورت تھی کہ میں نے تو ان کے سینے کو مظہر جمال بنا دیا اور انہوں نے اس کے اردگرد آلائشوں کے ڈھیر لگا دیے۔ پھر وہ ایسا کریم ہے کہتا ہے کبھی تیرا یہ احساس زندہ ہو جائے کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا تو مجھ سے کہہ کہ جو کچھ میں نے کیا بار الہا غلط کیا تو مجھے معاف فرما' وہ ساری آلائشیں پاک کر کے تجھے پھر سے روشن کروں گا۔ اب اتنی رحمتوں کے بعد بھی اگر کوئی عذاب ہی میں جائے تو وہ تو ضد کر کے جا رہا ہے زبردستی جا رہا ہے اسی لئے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال ایسے ہے جیسے ویرانے میں کوئی آگ جلائے اور پروانے آ آ کر اس آگ میں گر رہے ہیں اور کوئی

> باہر کھڑے ہو کر فتوے دینے سے کیا حاصل؟ کبھی کر کے دیکھو اور کسی دلیل کی ضرورت کیا ہے؟ کسی اللہ کے بندے کے ساتھ کچھ دن بیٹھ کے دیکھو' اللہ اللہ کر کے دیکھو' خود دلیل سمجھ میں آ جائے گی!

جھپٹ جھپٹ کر ایک ایک کو بچا رہا ہو کہ آگ میں مت گرو جل جاؤ گے آگ میں مت گرو۔ میں اسی طرح سے بندوں کو پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور لوگ ہیں کہ مجھ سے چھڑا چھڑا کر جہنم میں گرے جا رہے ہیں تو اس کی رحمت تو اتنی وسیع ہے۔

یارب تو کریمی ورسول تو کریم
صد شکر که هستیم میان دو کریم

اللہ کریم ہے اس کا نبی ﷺ کریم ہے اور بندے کو بچانے کے لئے رات دن کوشاں ہے۔ میرے بھائی! قرآن کا حاصل کیا ہے؟ بندہ اپنے وجود کو آلائشوں سے بچا کر اس مہبط تجلی باری کی رہائش کے قابل بنا لے یہ سارے قرآن کے نزول کا' علم کا' تفسیر کا حاصل ہے۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالٰے علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کا حاصل ہے سورۃ یٰسین' سورۃ یٰسین کا حاصل ہے سورۃ فاتحہ' سورۃ فاتحہ کا حاصل ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اور بسم اللہ کا حاصل ہے ''ب'' اس لئے کہ ''ب'' وصل کی ہے تلبس کی ہے جس کے ساتھ ''ب'' لگتی ہے۔

''بالوادی'' آپ وادی کے ساتھ جڑ گئے۔ بسم اللہ۔ آپ اسم الٰہی کے ساتھ جڑ گئے تو یہ سب ''ب'' تلبس کی ہے یعنی ساتھ ملا دیتی ہے اور سارے قرآن کا حاصل یہ ''ب'' ہے کہ بندے کا وجود بھی اس تجلی باری سے مل جائے جو اس کے سینے میں موجود ہے یہ سارا دین اتنا سا ہے' سارا اسلام یہ ہے۔

اب یہ بظاہر تو آسان سی بات ہے عملی زندگی میں یہ بہت بڑا کام ہے' جانتا ہی کوئی نہیں روح ہے۔ ہے تو کیا ہے؟ اس سے ملنے سے کیا ہوگا؟ بچھڑے گی تو کیا بگڑے گا؟ پتہ ہی نہیں کسی کو! نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف بتاتا نہیں' کر کے دکھا دیتا ہے۔ یعنی روحوں کو واصل کر دیا وجود کو واصل کر دیا روح سے جس کا مطلب ہے کہ بندہ واصل ہو گیا ذاتِ باری سے۔ میرے بھائی ٹیلی فون کا ایکسچینج تو ایک ہے گھنٹی تو گھر گھر میں بجتی ہے سب کی اپنی لائن ہے نا۔ اسی طرح اس کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

ذات تو ایک ہے لیکن تار ہر سینے میں تجلی کی پہنچی ہوئی ہے کوئی خود اُسے خراب کر کے بیٹھ جائے اس پر پتھروں کے آپ خود اپنے ہیلی فون سیٹ پر بڑے بڑے پتھر پھینک دیں اینٹیں روڑے لا کر پھینک دیں مٹی کے بورے پھینک دیں تو آپ کہیں میرا ٹیلی فون پتہ نہیں کیوں نہیں بولتا۔ کیا بولے گا؟ مجھے روح محسوس نہیں ہوتی' کیسے محسوس ہوگی؟ یہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا کام ہے کہ کفر وشرک کی چٹانیں اٹھا کر پھینک دے گناہ اور بدکاری کی غلاظتیں اٹھا کر پھینک دے اور نیچے سے دل کو نکال دے۔ ایک نگاہ میں سب کچھ بنا کر دل کو منزل صحابیت پہ پہنچا دے یہ کام نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بغیر یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

اس لئے اللہ فرماتا ہے کہ میں نے ہر آبادی میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام بھیجے ہر قوم میں نبی بھیجے اور پھر امام الانبیاء ﷺ جب مبعوث ہوئے تو اقوام عالم نہیں زمانہ عالم کے لئے جب تک زمانہ قائم ہے تب تک کے لئے ہر دل سے حجابات کو ہٹا دینا منصب جلیلہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ بات تو بڑی آسان ہوگئی۔

کنا کہ زوج حمامتہ فی ایکتہ متمتعین بصحتہ وشباب

دحل الزمان بنا وفرق بیننا ان الزمان مفرق الاحباب

ہم تو کبوتروں کے جوڑے کی طرح شاعر کہتا ہے۔ کنا کہ زوج حمامتہ۔ ہم تو ایک کبوتروں کے جوڑے کی طرح بڑے پیار سے فی ایکتہ متمتعین بصحتہ وشباب۔ اپنے گھونسلے میں صحت اور جوانی سے مزے لوٹ رہے تھے جوانی کے خوش باش رو رہے تھے۔ دخل الزمان بنا وفرق بیننا۔ زمانہ درمیان آ گیا اس نے ہمیں الگ کر دیا۔ ان الزمان مفرق الاحباب۔ بیشک زمانہ دوستوں کو دوستوں سے دور کر دیتا ہے۔ کام تو آسان ہے کہ اس کو لے جاؤ دل کو سینے کو محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے لیکن ہمارے درمیان تو زمانہ آ گیا۔ کیسے لے جاؤ؟ کہاں سے لے جاؤ؟ کیا تم عہد بدر میں ہو؟ کیا تم مدنی حیات طیبہ ﷺ میں ہو؟ کیا تم مکی زندگی میں ہو؟ تم کہاں ہو؟ تم کہاں لے کے جاؤ؟ کیسے ممکن ہے؟ یہاں تو بات لمحوں کی ہے' جو لمحہ تاخیر ہوگئی اُس کا کفارہ نہیں ہوسکتا یہاں صدیاں درمیان میں آ گئیں۔ اب پندرھویں صدی ہجری جا رہی ہے' پندرہ سو سال کون عبور کرے؟ کون سینہ چیرے صدیوں کا؟ کون ہمیں لے کے جائے وہاں؟

یہاں پتہ چلتا ہے ضرورت شیخ بھی ہے کسی ایسے کی ضرورت ہے جس کی نگاہ میں صدیاں ختم ہو چکی ہوں جس کی بارگاہ میں فاصلے مٹ چکے ہوں کوئی ایسا جو صدیوں کو چیر کر آج بھی حضور نبوی ﷺ سے جس کا سینہ منور ہو کوئی ایسا چاہیے اُسے کہتے ہیں شیخ! جوں جوں زمانہ دور ہوتا جائے گا شیخ کی ضرورت تُوں تُوں شدید تر ہوتی جائے گی اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے یہ لتھڑے ہوئے وجودوں کو مے خانوں سے لے کر کلبوں سے لیکر ہوٹلوں سے لیکر سیر گاہوں سے لے کر گناہ کے مراکز سے لیکر کوئی آشنائے کوئے یار کر دے اور وہ سر جو کبھی میخانوں کی دیواروں سے ٹکرا کرتے تھے وہ جائے نمازوں پہ اور مساجد پہ جھک رہے ہوں یہ کوئی آسان کام ہے کیا' یہ ویسے ہی ہو جاتا ہے! ماں باپ جو اولاد کی پرورش کرتے ہیں اور نازوں سے پالتے ہیں اُن کے کہنے سے نہیں رُکتا' بیوی بچوں کو تباہ کر رہا ہے اُن کے کہنے سے نہیں رکتا' یہ کون ہے جو پکڑ کر اُسے بھی وہاں جھکا دیتا ہے؟ کس قوت سے جھکاتا ہے؟ یہ ''شیخ'' ہوتا ہے! جس طرح سورج کے بغیر عالم بے چراغ ہو جائے اُسی طرح انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بغیر کائنات بے چراغ ہو جائے اور جس طرح چاند ستارے سورج سے مستفید ہو کر تاریک راتوں میں رہنمائی کرتے ہیں اُسی طرح مشائخ عظام سینے کو محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے جگما کر دنیا کی تاریکیوں میں مخلوق کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اب اگر کوئی ستاروں سے

جو ہمیں احساس دلا دے کہ تو بھی انسان ہے' تیرے سینے میں بھی دل ہے اُس دل میں بھی اللہ کے جمال کی تجلی ہے' تیرے اندر بھی روح ہے جو عالم امر سے ہے ہمیں کوئی یہ بتا دے اور ہمیں اس کا احساس ہو جائے اس سے بڑا بھی احسان کوئی نہیں۔ ہم اس کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

آنکھ بند کرلے اور چٹانوں سے ٹکراتا پھرے اور وادیوں میں بھٹکتا پھرے تو اُس کی بدنصیبی ہے اُس کا اپنا فیصلہ ہے یا اُس کی جہالت ہے۔ اب تو زمانہ ایسا آگیا۔ جو خود کو عالم کہلانے والے کہتے ہیں یہ اُس کی ضرورت کیا ہے یہ فضول کام ہے۔

ذوق ایں مے بخدا نہ شناسی تا نہ چشی

جس نے اس کو پیا ہی نہیں اُسے اس کی لذت کا کیا پتہ

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

باہر کھڑے ہو کر فتوے دینے سے کیا حاصل؟ کبھی کر کے دیکھو اور کسی دلیل کی ضرورت کیا ہے؟ کسی اللہ کے بندے کے ساتھ کچھ دن بیٹھ کے دیکھو' اللہ اللہ کر کے دیکھو' خود دلیل سمجھ میں آجائے گی! بہرحال دیر ہو رہی ہے بات لمبی ہوگئی ہے۔ موضوع ایسا چھڑ گیا' میرے بھائی! دنیا میں اللہ کریم کوئی ایسا شیخ دے دے جو ہم خطا کاروں کو اُس بارگاہ سے جوڑ دے ہمارے خود سر سروں کو اُس کی بارگاہ میں جھکا دے جو ہمیں حرام کھانے کی بُرائی کا احساس تو دے گناہ سے نفرت کا کوئی شعور تو دے دے' ایک درد تو دے دے کہ ہم بھی اُس سے واصل ہوں اور ہم بھی اپنے آپ میں اُس کو تلاش کریں کہ یار میرے دل میں ہے تو سہی کہاں ہے' دل کہاں ہے اور دل میں وہ جمال کہاں ہے؟ یہ سوال تو پیدا کردے یہ شیخ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا صرف جو ہمیں احساس دلا دے کہ تو بھی انسان ہے' تیرے سینے میں بھی دل ہے اُس دل میں بھی اللہ کے جمال کی تجلی ہے' تیرے اندر بھی روح ہے جو عالم امر سے ہے' ہمیں کوئی یہ بتا دے اور ہمیں اس کا احساس ہو جائے اس سے بڑا بھی احسان کوئی نہیں۔ ہم اس کا شکر بھی ادا

> ان ریاستوں سے تو وہ فقیر اچھا
> جس کے پاس لباس نہیں ہے گھر
> نہیں ہے کھانے کو نہیں ہے لیکن
> اُسے یہ پتہ ہے کہ میں انسان ہوں
> میرے اندر روح ہے اور یہ جمال
> باری کا پرتو ہے یہ عالم امر سے ہے

نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ یہ ساری دولت اپنے اندر لئے پھرتے ہیں اور ہمیں خبر ہی نہیں۔ ارے! یہ تو بش کے اندر بھی موجود ہے یہ تو ہٹلر میں بھی موجود تھا یہ تو سٹالن اور لینن میں بھی تھا ماؤزے تنگ میں بھی تھا اُنہیں تو خبر ہی نہیں تھی انہیں تو ساری عمر پتہ ہی نہیں چلا سکا تو کیا فائدہ اُس حکومت اُس سلطنت اُس بادشاہت کا اُس سے تو وہ فقیر اچھا جو اس درد دل سے آشنا ہو گیا۔ ان ریاستوں سے تو وہ فقیر اچھا جس کے پاس لباس نہیں ہے گھر نہیں ہے کھانے کو نہیں ہے لیکن اُسے یہ پتہ ہے کہ میں انسان ہوں میرے اندر روح ہے اور یہ جمال باری کا پرتو ہے یہ عالم امر سے ہے۔ تھی تو اُن کے اندر بھی وہی عالم امر سے اب تماشہ یہ بنے گا کہ

عالم امر کو تو موت نہیں ہے فنا نہیں ہے اس کا مطلب ہے آخرت میں انہیں بھی ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اب وہ اللہ سے آشنا ہی نہیں ہوئے کفر میں مر گئے تو جو کفر کے لئے ٹھکانہ ہے پھر وہاں ہمیشہ رہنا ہوگا وہاں جا کر تو قرآن حکیم بتاتا ہے کہ یہ بڑے بڑے دانشور کہیں گے کہ اے اللہ! ایک بار دنیا پہ جانے دے دیکھ ہم تیری عبادت کس خلوص سے کرتے ہیں دیکھ ہم تیرے نبی ﷺ کی غلامی کا حق کیسے ادا کرتے ہیں۔ فرمائے گا وہ زمانہ بیت گیا وہ ایک ہی موقع تھا جو تم نے کھو دیا اب موج کرو۔ تو کتنا بڑا احسان ہے اور یہ بغیر شیخ کے اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ کتابیں پڑھتے جاؤ مسئلے سمجھتے جاؤ احکام سیکھتے جاؤ اُن پر عمل کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

بہت مشہور مولوی صاحب تھے ایک انہیں ذکر نصیب ہوا فرمانے لگے یار آدھی عمر پڑھتے گزار دی آدھی پڑھاتے گزار دی پیدا ہوئے تو مسجد میں آگئے اور ابھی تک بیٹھے ہیں لیکن عالم یہ تھا کہ مدرسے میں ہم آٹھ سات اساتذہ تھے تو ایک اُستاد کی روزانہ جماعت کرانے کی باری ہوتی تھی ہم اپنی نماز بھی اُس دن پڑھتے تھے جس دن جماعت کرانے کی باری ہوتی تھی باقی دنوں میں اپنی نمازیں بھی نہیں پڑھتے تھے احساس ہی نہیں تھا۔ اب پتہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

چلا کہ نماز ہے کیا' کیوں پڑھنی ہے' حاصل کیا ہے اب نہیں چھوٹتی۔ تو شیخ کا یہ احسان کہ وہ ہمیں یہ احساس دلا دے کہ بھئی تو غریب سہی لیکن تو انسان ہے تیرا وجود انتہائی سستے مادے اور میٹریل کا سہی لیکن تیرے اندر جو ہیرے اور جواہرات ہیں وہ سوائے انسان کے کسی کے اندر نہیں ہیں۔ تیرے اندر بھی وہ روح ہے جو عالم امر سے ہے اور اُس کی مہمان داری اُسی طرح سے کر جو اُسے زیب دیتی ہے۔ اب اُس کے جمال کے سامنے اُس کی نافرمانی' یہ پھر مزہ نہیں آئے گا اس کے روبرو اُس کی نافرمانی کرے یہ تو مزا نہیں تیرے اندر موجود ہے اور تو اُسی کی نافرمانی کئے جا رہا ہے۔ اگر یہ احساس بھی ہو جائے تو یہ کتنا بڑا مقام ہے' چہ جائیکہ کوئی ہمارے وجود خاکی کو ذاکر کر دے۔ بدن کے ذرات سے خون کے قطروں سے ریشوں سے ہڈیوں سے پٹھوں سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگے یہ تو کمال ہو گیا یہ تو بات بہت دور چلی گئی۔ ارے مقامات اور مراقبات کی بات کرتے ہو اس سے بڑا بھی کوئی مقام ہے کہ کھربوں ایٹم جو بندے کے وجود میں ہیں ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ۔ ہر ہر ذرہ اللہ اللہ کرنے لگ جائے اور کیا چاہئے! یہ نعمت شیخ ہی دے سکتا ہے۔

مجھے پرسوں پچاس سال ہو گئے مجھے الحمدللہ اللہ اللہ کرتے پرسوں مجھے مراقبات ثلاثہ کی سمجھ آئی اور شاید ابھی کتنی حقیقتیں باقی ہوں۔ میں پہلے دن جب شیخ کے پاس بیٹھا رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ تو انہوں نے جو توجہ دی تو اُس میں مراقبات ثلاثہ کرائے اس بات کو پچاس سے زیادہ سال ہو گئے ہیں نصف صدی بیت گئی ہر روز ہر دن ہر رات ہر صبح ہر شام اس سبق کو دہراتے دہراتے میں منبر پر بیٹھا ہوں اللہ کی قسم مجھے پرسوں مراقبات ثلاثہ کی وسعتوں کی سمجھ آئی۔ جو مجھے پرسوں پتہ چلا وہ پرسوں

برصغیر میں گذشتہ چودہ
صدیوں میں نو یا گیارہ
آدمی تھے جن کے
مراقبات عالم امر میں تھے
چودہ صدیوں میں چودہ
بندے نہیں ہیں۔
اور یوں برصغیر پہ نگاہ کرو
تو آسمان پہ ستارے
کم ہیں اور زمین میں
اولیاء اللہ زیادہ ہیں

تک میرے علم میں نہیں تھا۔ یہ بحر ناپیدا کنار ہے یہ محبت الٰہی ہے یہ عشق الٰہی ہے یہ کوئی چلو پانی کا نہیں ہے کہ آپ تہہ دیکھ رہے ہیں۔ اب یہ اللہ کا کرم کہ ایک اندھے کا ہاتھ پکڑ کر مراقبات ثلاثہ سے آگے لے جاتا ہے تو اُس کی مہربانی شیخ کی ہمت۔ لیکن احدیت میں بندہ کھو جائے تو ہزاروں عمریں بھی اُسے نصیب ہوں تو اُس سے آگے نہیں نکل سکتا جو وسعتیں اُس میں ہیں اور احدیت تک جائے کیسے! یہی حال معیت واقربیت اُس کے آگے جو دائرہ ہے وسیع تر ہوتا جاتا ہے' فنا بقا ہے۔ فنا بقا پر پہنچ کر بڑے بزرگوں نے لکھا کہ ہم نے سلوک مکمل کر لیا ہے۔ ایسے سادے تھے بے چارے کہ فنا بقا تو ابجد ہے سلوک کی۔ اب بچہ الف ب ج ت ی پڑھ لے تو اُس نے علم مکمل کر لیا۔ یہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ ابجد ہے سلوک کی' سلوک تو اس سے آگے شروع ہوتا ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتا! وصال الٰہی اور قرب الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے کہ آپ چلتے گئے چلتے گئے آگے دیوار کی طرح اللہ کریم آ گئے اور سلوک ختم ہو گیا ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ دنیا میں ترقی ملتی رہتی ہے اہل اللہ کو برزخ میں ترقی ملتی رہتی ہے میدانِ حشر میں ملے گی اور جنت میں ہمیشہ ترقی کرتے رہیں گے اور ابدالآباد کرتے رہیں گے اور قرب الٰہی کی انتہا نہیں آئے گی۔

نبی رحمت اللہ ﷺ تمام نبیوں کے بھی انبیاء فرشتوں کے سردار انسانوں کے لئے رحمت کائنات کے لئے رحمت میں آپ کو بتا نہیں سکتا نہ سمجھا سکتا ہوں نہ آپ سمجھ سکیں گے کہ کرم نبوی ﷺ کیسے تقسیم ہو رہا ہے۔ مجھے اگر مراقبات ثلاثہ سمجھنے میں نصف صدی لگ گئی جبکہ میرے اُستاد تھے مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ آپ کا تو اُستاد میں ہوں آپ کو خاک سمجھ آئے گی! آپ کو تو سکھا میں رہا ہوں آپ کو کیا سمجھ آئے گی۔ آپ کو تو کہیں آنکھ بند ہو گی تو شاید پتہ چلے گا کہ آگے کیا ہے۔ بڑا فاصلہ ہے بڑا فرق ہے۔ میرا وجود اُس مٹی کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

حیثیت بھی نہیں رکھتا جو ان کے جوتوں سے لگ جاتی ہے اور جو توجہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی تھی وہ انہی کا حصہ تھی۔ اس کے باوجود مراقبات سمجھنے میں مراقبات ثلاثہ سمجھنے میں مجھے نصف صدی لگ گئی تو آپ کو اتنی جلدی کیسے پتہ چل جائے گا۔ پتہ ہی نہیں آپ کو اللہ نے کیا کیا دے دیا بس۔ لئے پھرتے ہیں اور پتہ ہی نہیں۔

پھر میرے بھائی! کتنا عظیم انسان ہے وہ جو ہمیں ایک پل میں ان ساری وسعتوں سے نکال کر معیت اقربیت فنا بقا سیر کعبہ اور فنا فی الرسول ﷺ میں پہنچا دے کمال ہے حد ہو گئی کمال ہو گیا اُس کے قدموں میں تو ہزار جان ملے اور ہزار بار لوٹا دی جائے تو شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

صد [illegible] جان [illegible] قدمت فدا
[illegible] ﷺ

یہ کوئی معمولی بات ہے صدیوں کے سینے چیر کر کسی کو آقائے نامدار ﷺ کے روبرو کر دے اب اس کے بعد وہ کیا چاہتا ہے! اللہ اللہ

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مقامی طور پر دشمن بھی بہت تھے اور جو رشتہ دار تھے وہ زیادہ دشمنی کرتے تھے دوسروں کی نسبت مخالفت بھی کرتے تھے پروپیگنڈا بھی کرتے تھے برسوں چلتا رہا میں۔ زندگی میں ایک بار ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا کہ جنہوں نے مجھ پر بھی سوال کیا کہ کیوں آتے ہو اس بندے کے پاس؟ یہ ایسے ہے ویسا ہے یہ ہے وہ ہے۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ میں ان کی آزمائش یا ان کا کردار جاننے کے لئے نہیں آتا نہ میں ان پر کوئی معائنہ افسر یا انسپکٹر لگا ہوں۔ میں آتا ہوں کہ یہ مجھے کیفیات قلبی عطا کرتے ہیں تم دے سکتے ہو؟ ہم تو جانتے ہی نہیں کہ یہ کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا بس تمہارا میرا کوئی جھگڑا ہی نہیں مجھے جس چیز کی ضرورت ہے وہ مجھے اُن سے ملتی ہے تمہیں اس کی خبر ہی نہیں۔ اب وہ کیسا ہے اس سے تو

> زندگی انسان پُل صراط پہ گزارتا
> ہے اگر اُس میں انسانی شعور ہو تو۔
> ادھر جائے گر جائے گا' اِدھر ہو گا گر
> جائے گا ایک ایک قدم جس طرح
> آپ نے رسے پہ چلتے لوگوں
> کو دیکھا ہے یہی زندگی ہے

میرا کوئی تعلق نہیں۔ یہ وہ جانے اُس کا رب العلمین جانے مجھے اس سے کیا تعلق۔ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اور تم جھوٹ بول رہے ہو تو بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا چونکہ یہ کام اللہ کا ہے وہ جانے اُس کا بندہ جانے۔ یہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اُن کا محاسبہ کروں۔ میرا کام یہ ہے کہ جو مجھے چاہیے وہ مل رہا ہے اللہ اللہ خیر صلا۔ میں نے کہا میں جب آتا ہوں میرے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور میں سات آٹھ دن سے زیادہ ان سے الگ نہیں رہ سکتا' مجھے پھر بھوک لگتی ہے' جس طرح کھانے کی بھوک لگتی ہے جس طرح تپتے صحرا میں پیاس لگتی ہے میں بے قرار ہو کر پھر چل پڑتا ہوں۔ آپ مجھے کیسے روکیں گے یا میری یہ پیاس بجھانے کی توفیق تمہیں ہے؟ کہنے لگے کہ یہ باتیں تو ہم جانتے نہیں اگر نہیں جانتے تو میرے درمیان مت آؤ۔

تو میرے بھائی! اگر کوئی یہ سارے منازل طے کر جائے فنا بقا سے آگے سالک المجذوبی کی ایک ایک منزل میں سولہ ہزار نورانی حجابات ہیں۔ سات منازل ہیں۔ آگے دریائے رحمت ہے وسیع منازل ہیں پھر جا کر مسجد نور میں پہنچتا ہے اور وہاں سے پہلے عرش میں جب چلتا ہے تو مسجد نور سے پہلے عرش کی انتہا تک ایک لاکھ پچیس ہزار منازل ہیں جو منزل نچلی سے دیکھو تو جس طرح ستارہ ٹمٹماتا ہے اسی طرح اوپر نظر آتی ہے۔ پہلے اور دوسرے عرش کے درمیان جو خلا ہے وہ پہلے عرش کی موٹائی سے زیادہ ہے دوسرے عرش کی وسعت اُس خلا سے زیادہ ہے اسی طرح بڑھتے جاتے ہیں۔

آں کہ آمد نہ فلک معراج او
انبیاء و اولیا محتاج او ﷺ

وہ ہستی جس نے نو عرش سے آگے جس کا معراج تھا اگر کوئی نو عرش طے کر جائے اُس کی روح اوپر چلی جائے سلوک ختم نہیں ہوا وہ اب گھر پہنچا یعنی ساری منزلیں مار کر جس جگہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے اُس کی روح دنیا میں گئی تھی ساری محنت کر کے وہ وہاں پہنچا نو عرشوں سے اوپر عالم امر میں پہنچا تو پھر پہنچا آگے اب ترقی کرے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی ساتھیوں کو مشاہدات بھی ہوتے تھے حضرت رحمتہ اللہ علیہ لگائے رکھتے تھے' میں نے چھوڑ دیا ہے مجھے ڈر لگتا ہے مجھ سے لوگ سنبھالے نہیں جاتے جسے کہو مشاہدات ہوتے ہیں پھر وہ بگڑنا شروع ہو جاتے ہیں پھر وہ خود ''شیخ'' بنتے ہیں۔ عاقبت خراب کرتے ہیں دوسروں کو خراب کرتے ہیں۔ لوگوں کے کاموں میں مداخلت کرتے ہیں۔ فلاں یہ کرو مجھے کشفت ہو گیا یہ نہ کرو۔ حالانکہ بندہ کشف کا اُن کا محتاج نہیں شریعت کا محتاج ہے۔ تو اس طرح لوگوں کی حوصلہ افزائی میں نہیں کرتا لوگوں میں وہ اہلیت نہیں ہے!

ایک دفعہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے پورے برصغیر میں تلاش کرنے کا حکم دیا اور احباب نے پورا زور لگایا۔ تو مجھے صحیح تعداد اب یاد نہیں غالباً پورے برصغیر میں گذشتہ چودہ صدیوں میں نو یا گیارہ آدمی تھے جن کے مراقبات عالم امر میں تھے چودہ صدیوں میں چودہ بندے نہیں ہیں اور یوں برصغیر پہ نگاہ کرو تو آسمان پہ ستارے کم ہیں اور زمین میں اولیاء اللہ زیادہ ہیں! عمریں بیت گئیں کوئی احدیت سے نہیں نکل سکا' معیت سے نہیں نکل سکا' اقربیت فنا بقا پہ پاگل ہو گیا' مجذوب ہو گیا' آگے نہیں جا سکا سالک المجذوب گنے جا سکتے ہیں' عرش منازل کے حامل گنے جا سکتے ہیں اور عالم امر میں چودہ صدیوں میں چودہ بندے نہیں۔ پھر کیا تھا وہ شیخ جس نے چند سالوں میں ہزاروں پیدا کر دیے۔ وہ کیا بندہ تھا اُس پر اللہ کا کیا کرم تھا اُس کے قلب اُس کی توجہ کی کیا کیفیت تھی بارگاہ نبوی ﷺ میں اُس کا کیا مقام و مرتبہ تھا کہ جس نے زندگی کے چند سالوں میں ہزاروں عالم امر میں پہنچا دیے۔

میرے خیال میں میں نے اتنا کچھ عرض کر دیا ہے کہ ضرورت شیخ کا اندازہ ہو جائے۔ عظمت شیخ کا ادراک ہو جائے۔ اور یہ جس محنت و مشقت کے لئے ہم وقت نکالتے ہیں سفر کرتے ہیں آتے جاتے ہیں پتہ ہو کہ یہ بھی ایک کام ہے۔ ہم جھک نہیں مار رہے فضول سفر نہیں کر رہے یہ بھی ایک کام ہے پتہ اُسی کو چلتا ہے۔

ذوق ایں مے بخدا نہ شناسی تا نہ چشی

جو گھونٹ ہی نہیں بھرتا اُسے پتہ کیا کہ یہ کڑوا ہے میٹھا ہے اس میں کیا ہے' جو دریا میں اترتا نہیں اُسے کیا پتہ طوفان کیا ہوتے ہیں' اور کتنے دریاؤں میں لوگ جاتے ہیں اُن کا کوئی جہاز ران اُن کا ملاح انہیں آرام سے پار اتار دیتا ہے پتہ اُسے ہوتا ہے جو طوفانوں سے لڑتا ہے۔ سواریاں تو اُتر گئیں آرام سے لیکن جس نے اُس کو لیکر اُتارا جو لے کر گیا طوفانوں کے سینے چیر کر اُس نے کتنی محنت کی ہوگی' جہاز میں سب مسافر تو شاید سو رہے ہوں گے۔ جہاز ران کو تو فرصت نہیں ہوگی کھانے پینے کی بھی۔ تو جب تک چیزوں کا احساس و ادراک نہ ہو اُن کا اُن کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا اور بندہ شکر نہیں کر سکتا۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے ہر بال میں اگر الگ سے روح آ جائے اور ہر روح اُس پر نچھاور کر دی جائے تو بھی شکر ادا نہیں ہوتا۔ اسی لئے سلطان باہوؒ نے کہا تھا نا کہ

لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ اکھیاں
تے مرشد ویکھے نہ رجاں ہوں

وہ کیا بندہ تھا اُس پر اللہ کا کیا کرم تھا اُس کے قلب اُس کی توجہ کی کیا کیفیت تھی بارگاہِ نبوی ﷺ میں اُس کا کیا مقام و مرتبہ تھا کہ جس نے زندگی کے چند سالوں میں ہزاروں عالم امر میں پہنچا دیے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک ایک بال میں ایک ایک لاکھ آنکھ ہو اور میں مرشد کو دیکھتا رہوں تو میرا دل نہیں بھرتا۔ ہم کیا ہیں ہم تو ایک ملازم ہیں اُجیر ہیں۔ ملازم میں ایک قسم ہوتی ہے اجیر۔ اجیر وہ خادم ہوتا ہے جس کی ایک ڈیوٹی نہیں ہوتی جو کام آ گیا جس کا حکم ملا وہ کر دیا دھوبی نے تو کپڑے دھونے ہیں نائی نے تو حجامت کرنی ہے باورچی نے تو کھانا بنانا ہے باغبان نے تو پانی دینا ہے گلوں کو لیکن اجیر ہر کام کے لئے ہوتا ہے جاؤ بھائی کھانا بناؤ' کھانا بنالائے گا باغیچے کی گوڈی کرو' کپڑے دھو اُس نے دھونے ہیں اجیر وہ ہوتا ہے جسے مالک جس کام پہ چاہے لگا لے۔ مالک اب بھی مشائخ ہی ہیں مالک اب بھی حضرت رحمتہ اللہ ہی ہیں سلسلہ انہی کا ہے ہم تو اجیر ہیں خادم ہیں غلام ہیں جو حکم ہوگا وہ کریں گے اللہ اس کی توفیق دے اور کرتے رہیں۔ سفر کا حکم تھا تو ساری دنیا میں پھرے۔ روک دیا تو بیٹھے ہیں برس بیت گئے یہ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں آج مرضی سے لاہور چلا جاؤں کل کراچی یہ میرے بس میں نہیں ہے نہ میری یہ توفیق ہے اور نہ یہ میرے فیصلے ہیں' نہ میری کوئی حیثیت ہے جب حکم ہوگا جہاں اجازت ہوگی وہاں جائیں گے جہاں حکم ہوگا جائیں گے نہیں ہوگا نہیں جائیں گے۔ ہمیں تو کام کرنا ہے حقِ غلامی ادا کرنا ہے اللہ کرے وہ ہو جائے۔ زندگی انسان پُل صراط پہ گزارتا ہے اگر اُس میں انسانی شعور ہو تو۔ ادھر جائے گر جائے گا' ادھر ہوگا گر جائے گا ایک ایک قدم جس طرح آپ نے رسے پہ چلتے لوگوں کو دیکھا ہے یہی زندگی ہے۔ ایک ایک قدم تول کر رسے پہ رکھتا ہے کہ پار اُتر جائے گرے نہیں اور آخر تک گرنے کا خطرہ رہتا ہے۔ زندگی خود پُل صراط ہے جو اس پُل صراط سے سلامت اُترے گا اُسے اُس پل صراط سے بھی سلامت اُتر جائے گا جو یہاں گر جائے گا وہ وہاں کیسے اُترے گا؟ تو ہماری حیثیت میری حیثیت تو ایک غلام کی ہے اور مجھے الحمد للہ اس غلامی پہ ناز ہے' فخر ہے' یہی سرمایہ ہے زندگی کا موت کا۔

میدانِ حشر میں ہم یہ تو کہہ سکیں کہ یا اللہ ہم ان کے ساتھ وابستہ ہیں آگے کیا ہے یہ توں جان اور یہ جانیں اس سے بڑی کوئی بات نہیں ہے۔

میرے بھائی! یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی عظمت کو سمجھو احساس کرو اور اُس کا شکر ادا کرو۔ یہ ایک ایک لمحہ جو نصیب ہو جاتا ہے وہ صدیوں پہ بھاری ہے۔ اللہ کریم ہم سب کی خطائیں معاف فرمائے ہمیں اپنے احسانات کی عظمت کا احساس دے اور شکر کرنے کی توفیق دے۔ آمین

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العٰلمین

☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اناللہ وانا الیہ راجعون

1- خوشاب سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی عبدالستار اور ملک اللہ دتہ جہانِ فانی سے کوچ فرما گئے ہیں۔

2- راولپنڈی سے علی حسن صاحب کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں۔

3- گوجر خان (راولپنڈی) سے مشتاق احمد صاحب کی والدہ محترمہ رحلت فرما گئی ہیں۔

4- بیگووالہ سے سپیشل کلاس کے ساتھی ارشاد احمد چیمہ صاحب کے والد گرامی انتقال فرما گئے ہیں۔

5- (دینہ) جہلم سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی گل بہار احمد وفات پا گئے ہیں۔

6- "مریدکے" سے سپیشل کلاس کے ساتھی محمد عثمان صاحب کے والد محترم خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

7- گوجرانوالہ سے سپیشل کلاس کے ساتھی مدثر صاحب کے ماموں جان وفات پا گئے ہیں۔

8- (شاہدرہ) لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالغفور صاحب کے والد محترم انتقال فرما گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

سوال و جواب

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 13-11-04

الحمد للّٰہ رب العلمین. والصلوۃ والسلام علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ اجمعین.

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

سوال :- کیا کوئی بندہ نماز میں یہ تصور کر سکتا ہے کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں نماز ادا کر رہا ہوں؟

جواب :- نماز میں بارگاہ الٰہی کی حضوری کا تصور ہی کافی ہے جو بجائے خود ایک بہت بڑا کام ہے اور شاید زندگی میں کبھی کسی کو نصیب ہو۔ عموماً ہوتا یہ ہے کہ بندہ نماز تو ادا کر رہا ہوتا ہے لیکن اُس کی سوچیں پتہ نہیں کہاں ہوتی ہیں۔ نماز ذات باری تعالےٰ اور بندے کے درمیان ایک واحد رابطہ ہے جس کی کوئی دوسری مثال نہیں ہے۔ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرماتے ہوئے فرمایا۔ فانہ یناجی ربہ. او کماقال رسول اللّٰہ ﷺ. کہ وہ اپنے پروردگار سے سرگوشیاں کر رہا ہے خاموشی خاموشی میں یا در پردہ اپنے دل کا حال کہہ رہا ہے آپ اُس کے سامنے نہ آئیں۔ تو یوں اگر آپ تصور کرنا شروع کر دیں گے تو ضروری نہیں کہ پھر وہ آپ کا تصور ایک جگہ رُک جائے کوئی اور چیز آ جائیگی کچھ اور آ جائے گا' کچھ اور آ جائے گا۔ انسانی ذہن ہے اُس میں کیا کیا تصویریں آئیں گی۔ لہٰذا نماز میں حضور بارگاہ الوہیت کا تصور ہی کافی ہے۔

سوال :- اللہ کریم نے ارشاد فرمایا یا یھا الذین امنوا امنوا. اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب :- تو خود ہی بڑی واضح بات ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو واقعی ایمان لاؤ بھی۔ کیونکہ ایمان لانے کا دعویٰ کرنے سے بندہ مومنین میں بظاہر شمار ہو جاتا ہے کلمہ پڑھ لینے سے مسلمان ہو جاتا ہے۔ لیکن زبانی کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ حقیقت ایمان یہ ہے کہ اُس کا دل بھی مانے۔ اس کا ترجمہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بڑا خوبصورت کیا ہے اس آیت کریمہ کا کہ

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

عقل جتنی بھی کوشش کرے اُسے آخر ایک ایسی طاقت قبول کرنا پڑتی ہے جس سے پہلے کوئی نہیں اور جو سب سے بڑی ہے اور سب پر قادر ہے یہ عقل کی مجبوری ہے اگر وہ کہتے ہیں کہ زمین کسی دیوتا نے بنا دی تو دیوتا کو کس نے بنایا؟ جس نے دیوتا کو بنایا اُس کو کس نے بنایا؟ تو عقل خرد اگر چلتی بھی جائے تو آخر یا تو تسلسل لازم آئے گا جو درست نہیں یا پھر کسی ایک جگہ اُسے رُکنا پڑے گا کہ اسے کسی نے نہیں بنایا یہ سب کو بنانے والی طاقت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ الہ کا یا ایک آخری معبود کا یا ایک ایسی بڑی ہستی کا جو سب کا بنانے والا ہے لیکن اُس کا کوئی بنانے والا نہیں عقل کو یہ ماننا پڑتا ہے تو وہی اِس آیت کریمہ کا مفہوم ہے کہ

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہاں نگاہ سے مراد خواہشات اور ارادے ہیں ہم جس کو چاہتے ہیں نا تو اردو کے محاورے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں پر اُس کی بڑی نظر ہے فلاں چیز پر اُس نے نظر رکھی ہوئی ہے یعنی اُس کی خواہش ہے آرزو ہے حاصل کرنے کی آرزو ہے ارادہ ہے تو

دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل بھی اس بات کو قبول کرے اور کردار' عمل ارادہ بھی اس بات کو ظاہر کرے کہ یہ بندہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ کردار اطاعت سے ظاہر کرے

www.naqshbandiaowaisiah.com

گا۔ کردار کا اظہار اطاعت سے ہوگا۔ دل کا حال اللہ جانتا ہے یا صاحب دل جانتا ہے تو آیت کریمہ سے مراد یہی ہے کہ صرف نام کے مسلمان نہ بنو بلکہ واقعی ایمان لاؤ دل کی گہرائیوں سے۔ ایسا ایمان جس کی چھاپ آپ کے کردار پر آپ کے عمل پر آپ کی عملی زندگی پر آپ کے تعلقات پر نظر آئے۔

سوال :- نیز فرمایا امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ. نبوت کے ایمان کے متعلق ارشاد کا مفہوم کیا ہے؟

جواب :- یہ بڑا سادہ سا مفہوم ہے کہ اللہ کا نبی ﷺ اصدق الصادقین ہیں آپ ﷺ کو جو کچھ بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوا اُس میں کہیں بھی کسی جگہ بھی رائی برابر کوئی شبے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جو احکام جو عقائد جو نظریات جو طریقہ کار جو اسلوب زندگی ذات باری تعالےٰ کے بارے صفات باری تعالےٰ کے بارے آخرت کے بارے برزخ کے بارے قیامت کے متعلق جو خبر دنیا کے متعلق ہے یا جو خبر آخرت کے متعلق ہے جو زمین کے بارے ہے جو آسمانوں کے بارے ہے جو احکام عمل کے لئے ہیں یا جو نواہی رُکنے کے لئے ہیں۔ جو بھی آپ ﷺ پر نازل ہوا اُس میں کوئی عمل کوئی کام کوئی امر کوئی نہی کوئی خبر ایسی نہیں ہے جس میں نبی کریم ﷺ کو رائی برابر یا اُس سے بھی کم پر تھوڑے سے تھوڑا بھی کوئی تردد ہوا ہو۔ تو پھر دوسرا کون ہوتا ہے اُس میں شکوک وشبہات رکھنے والا یا اُس کے بارے یقین کامل نہ رکھنے والا! تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثال اس لئے دی جاتی ہے کہ جیسے ملک میں کوئی قانون بنتا ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ اس سے برتر قانون سے بالا کوئی نہیں خواہ وہ صدر مملکت ہو اس قانون پر عمل کرنا ہوگا۔ اس سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ صدر قانون پر عمل نہیں کرتا مراد یہ ہوتی ہے کہ کسی کو یہ شبہ نہ رہے کہ میری تو خیر ہے میں شاید اس سے مستثنیٰ ہوں دوسروں کو عمل کرنا ہے۔ تو جہاں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے حکم دیا جاتا ہے یا جہاں آپ ﷺ کی اس طرح کی مثال دی جاتی ہے تو مراد یہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی اس سے بالاتر نہیں ہے تو جب نبی ﷺ کو جو کچھ بھی نازل ہوا ہے آپ ﷺ پر اُس میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا تردد بھی نہیں ہے تو کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اُس میں متردد ہو۔ ایک عام محاورہ ہے روزمرہ کی باتوں میں کہہ دیا جاتا ہے کہ ''بھئی! کیا پتہ آگے جائیں گے تو دیکھیں گے کیا ہوتا ہے''۔ اور یہ چھوٹا سا معاملہ پورے دین کا انکار بن جاتا ہے ۔''کیا پتہ کیا ہوتا ہے'' اس کا مطلب انکار ہے کہ اُسے آخرت پر یا جو کچھ قرآن نے یا جو کچھ رسول ﷺ نے خبر دی ہے اُس کے بارے یقین نہیں ہے۔ یہ روزمرہ زندگی کی باتیں ہیں جن پر گرفت کی گئی ہے کہ ایسی بات نہیں ہے پھر ہمارا عمل جو ہے وہ بھی اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ ہم آخرت سے بے خبر ہیں۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حالات حاضرہ کے بارے فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کو فکر آخرت نہیں رہی کھو چکے ہیں لین دین میں بے ایمانی دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے لے لینا کردار میں بدعملی تو اس کا جو بنیادی سبب حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے وہ یہ تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے اپنی تقاریر میں کہ مسلمانوں کو آخرت پہ یقین نہیں رہا۔ مسلمان تو ہیں اور دعویٰ اسلام تو ہے لیکن اگر آخرت پہ یقین ہوتا تو کردار کو صحیح کرنے کی کوشش کرتے۔ جب یہ کردار بُرائی کی طرف بڑھتا جا رہا ہے اور آنے والا ہر دن پہلے سے زیادہ ہمیں بے عمل پاتا ہے۔ بے عملی تو ایک ایسا لفظ ہے کہ ہم عمل نہیں کرتے بلکہ ہمیں بدکار پاتا ہے پہلے سے زیادہ گنہگار پاتا ہے۔ تو یہ روز افزوں جرائم میں ترقی جو ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم فکر آخرت سے آزاد ہیں ہمیں یقین نہیں ہے کہ اس کا ایک دن محاسبہ بھی ہوگا۔ دنیوی حکومت کی گرفت ڈھیلی ہوگئی یا ہمارے پاس کوئی سفارش ہے یا ہم نے سمجھا کہ ہم چھپ کر کر رہے ہیں اور حکومت کی گرفت میں نہیں آئیں گے تو ہر گیم ہم کر جاتے ہیں اگر یہ یقین ہو کہ اللہ رب العزت تو موجود ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں جان بھی رہے ہیں اور مجھے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور اس سارے معاملے کی جواب دہی ہوگی تو پھر جرم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو مراد یہی ہے اس سے بھی کہ یا یھا

الذین امنوا امنوا۔ کہ لوگو واقعی یقین کرو اور واقعی یقین وہ ہے جو آپ کے کردار سے ظاہر ہو گا کہ اس بندے کو یقین ہے۔ اب ایک بندے کو خبر ملتی ہے کہ اس پانی میں زہر ہے یہ جو گلاس پانی کا رکھا ہے یہ زہر آلود ہے اور اس سے پینے والا مر جائے گا۔ مرے گا نہیں تو اُسے فالج ہو جائے گا' بچ نہیں پائے گا یہ ہو گا وہ ہو گا۔ اگر اس خبر پہ اُسے یقین ہے تو وہ گلاس کو ہاتھ میں لیکر اِدھر رکھ دے تو کچھ نہیں ہو گا لیکن اگر اس خبر پر اُسے یقین ہے تو شاید وہ ہاتھ بھی نہ لگائے بچنے کی کوشش کرے گا' پینا تو دور کی بات ہے اور اگر اُسی گلاس سے پیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ جو خبر اُسے ملی کہ اس میں زہر ہے اُس پر اُسے یقین نہیں ہے۔ یہی مثال انسانی کردار کی ہے کہ ایمان ہوا ایمان یقین کا نام ہے اعتبار کا نام ہے جو ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ﷺ سے کرنا ہے۔ ہم نے اللہ کو مانا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے بتانے پر ہم نہیں جانتے اللہ کہاں ہے۔ کیسا ہے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ اللہ ہے ہم نے مانا اللہ ہے آپ ﷺ نے بتایا کہ اللہ کی یہ صفات ہیں ہم نے مانا کہ اللہ کی یہ صفات ہیں۔

بلکہ ائمہ فقہ یہ تعین فرماتے ہیں کہ بچے کو جب آپ ایمان کی تلقین کریں تو اُسے یہ بات سمجھائیں کہ میں اُس ہستی کو اپنا الٰہ اپنا رب اپنا خدا اپنا معبود اپنا خالق اُس کو اللہ مانتا ہوں جس کو حضرت محمد ﷺ جو حضرت عبداللہ کے بیٹے مکہ میں پیدا ہوئے' مدینہ شریف میں ہجرت فرمائی اور اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں جس کو جس طرح وہ منواتے ہیں میں اُس کو اُس طرح مانتا ہوں۔ یعنی ہمارا اللہ کریم کے ساتھ جو ایمان ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا محمد رسول اللہ ﷺ ہم سے منواتے ہیں۔ چونکہ براہ راست اللہ تک ہماری رسائی نہیں ہے نہ ہماری عقل پہنچ سکتی ہے نہ ہماری نگاہ پہنچ سکتی ہے نہ ہماری فکر کی رسائی ہے نہ ہم اُسے سوچ سکتے ہیں نہ اُس کی کوئی مثال ہے۔ اور پھر فرمایا کہ تم اپنی حیثیت کو دیکھو' اپنے علم کو دیکھو اپنے تجربات کو دیکھو اور اس سب کے مقابلے میں علوم نبوت کو دیکھو!۔

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے حل نہ ہوا

''عہد فترت'' میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات گم ہونے کے بعد بعثت نبی علی صاحب الصلوۃ والسلام تک چار پانچ صدیاں ہیں جنہیں ''عہد فترت'' کہا جاتا ہے جن میں دین کا علم گم ہو گیا تھا کوئی نہیں جانتا تھا کہ اللہ کون ہے کیسا ہے لوگوں نے مختلف معبود تراش لئے تھے۔ اپنے اپنے تصورات کے مطابق۔ تو اُس زمانے میں فلاسفہ بھی تھے اور بڑے بڑے نکتہ ور بھی بڑے بڑے دانا لوگ بھی تھے لیکن کوئی دانا اپنی دانش سے یا کوئی فلاسفر اپنے علوم کے زور پر یہ دریافت نہیں کر سکا کہ اللہ واحد لاشریک کیسا ہے اور وہ ذات کیسی ہے اور اُس کی صفات کیسی ہیں۔

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے حل نہ ہوا

[illegible]

یعنی پورا عالم جس کے لئے بھٹک رہا تھا کوئی سارے لوگ ایسے نہیں تھے جنہیں حق کی تلاش نہیں تھی۔ ایسے بھی تھے جو حق کے متلاشی تھے۔ مکہ مکرمہ کے ایک شخص کے بارے سیرت میں ملتا ہے۔ زید بن عمرو بن نفیل نام تھا اُن کا۔ تو وہ ان بتوں کو' بتوں کی پوجا کو اور پوجا پاٹ کے مختلف طریقوں کو۔ چونکہ مکہ مکرمہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں کم و بیش دنیا میں جتنے مذہب رائج تھے وہ جمع ہو گئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں صرف بت پوجنے والے نہیں تھے بتوں کے پُجاری بھی تھے آگ کے پجاری بھی تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے والے بھی تھے جنوں کے پجاری بھی تھے نجومیوں اور جوتشیوں کے پجاری بھی تھے اور جو جو دنیا میں مذاہب تھے۔ چونکہ یہ لوگ جہاں گرد تھے دنیا کے ممالک میں پھرتے تھے اپنے تجارتی سامان کو لے کر اُن کا روزگار ہی یہی تھا تو جہاں گئے وہاں سے کوئی نہ کوئی مذہب لے کے آئے اور یوں مکہ مکرمہ میں بے شمار مذاہب جمع ہو گئے تھے اور سب مل جل کر گزارا کرتے تھے اور جب نبی کریم ﷺ سے جھگڑا کرتے تھے مشرکین مکہ تو یہی کرتے تھے کہ آپ ﷺ اپنے مذہب کی بات ضرور کریں۔ آپ ﷺ اپنے خدا کی بات ضرور کریں' اپنے طریق عبادت کی بات ضرور کریں لیکن یہ جو آپ ﷺ کہتے ہیں کہ ہم سب کے سارے مذاہب غلط ہیں یہ نہ کریں۔ جھگڑا اس بات پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

تھا۔ جو ایذا دی گئی یا تیرہ سالہ مکی زندگی مبارک میں جو تکالیف اٹھانی پڑیں اُس میں یہ کوئی مقابلہ نہیں تھا کہ آپ ﷺ نے ایک نیا مذہب پیدا کر دیا نئے مذہب پہ انہیں کوئی اعتراض نہیں تھا چونکہ پہلے بہت سے مذاہب وہاں تھے جو ایک ہی معاشرے کا حصہ تھے اُن کا لین دین اُن کا کاروبار اُن کے مقدمات اُن کی عدالتیں اُن کا رہن سہن اُن کی رشتہ داریاں دوستیاں دشمنیاں مذہب اپنی جگہ تھا اور ایک معاشرہ بنا ہوا تھا جس کا حصہ تھے سارے لوگ اور اُن اصولوں کی سب پاسداری کرتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اُن معبودان باطلہ کا انکار بھی کیا کہ یہ سب غلط ہے اور اُس پورے معاشرے کو بھی ٹھکرا دیا کہ جسے تم نے طرز حیات بنا رکھا ہے یہ بھی سارا جھوٹ اور ''ڈھکوسلہ'' ہے وہ اس بات پہ حیران ہوتے تھے کہ نئے مذہب کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ 'ہمارے باپ دادا جو کرتے تھے اس کا مطلب ہے وہ سارے جہنم میں چلے گئے ہم یہ بات کیسے مان لیں۔ ہم کیوں اس بات کو قبول کریں کہ ہماری کئی پشتیں جو اس میں گزر گئیں ہیں چونکہ پانچ صدیوں کا فاصلہ تھا تو ایک صدی میں کم از کم تین پشتیں گزر جاتی ہیں اوسطاً تو پندرہ سولہ پشتوں کے باپ دادا کو ہم سمجھ لیں کہ سارے دوزخ میں چلے گئے کیوں مان لیں یہ بات'

یہ بات فرعون نے بھی کی تھی موسیٰ علیہ السلام سے کہ یہ جو بات تم کر رہے ہو کہ ایک خدا ہے اور اُس کو مانا جائے اور اُس کی عبادت کی جائے باقی سب کچھ باطل ہے تو فما بالا القرون الاولیٰ. تو جو لوگ گزر چکے ہیں پہلی صدیوں میں اور جو لوگ یہی بات مانتے تھے جو ہم مان رہے ہیں اُن کا کیا ہوگا؟ اس کا مطلب ہے کہ ہم اپنے سارے باپ دادوں کو اور پرانے فرعونوں کو اور سلاطین کو اور اُن کے ماننے والوں کو سب کو دوزخی مان لیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کا جواب بھی قرآن میں موجود ہے کہ علمھا عند ربی. اُن کے بارے جو علم ہے وہ میرے رب کے پاس ہے میں اس پر بات نہیں کرنا چاہتا وہ معاملہ اللہ کی بارگاہ میں ہے وہ جانے اُس کی مخلوق جانے۔ میں مبعوث ہوا ہوں تم لوگوں سے بات کرنے کے لئے میں تمہاری بات کر رہا ہوں میں اُن کی بات نہیں کر رہا وہ میرا درد سر نہیں ہے۔

یہی دکھ مکہ والوں کو بھی تھا کہ یہ عجیب مذہب ہے پہلے سے بے شمار مذہب ہیں اپنے اپنے مذہب کو ہر کوئی مانتا ہے اپنے اپنے مذہب پہ عمل کرتا ہے اور ہم مل جل کر گزارا کر رہے ہیں آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک اور مذہب بنا لیا آپ ﷺ اپنے مذہب پہ عبادت اپنے رب کی کرتے رہیں لیکن ہماری سوسائٹی کو ہمارے معاشرے کو ڈسٹرب تو نہیں کریں اور یہی بات آج بھی ہے آج بھی یہ معاملہ ویسا ہی چل رہا ہے میں نے خود اپنے کانوں سے بش کی یہ تقریر سنی ہے کہ جس کے بارے افغانستان کی تباہی کے بارے میں وہ جواب دے رہا تھا صفائی اپنی پیش کر رہا تھا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے یہ درست ہے اُس میں اُس نے جو وجہ بتائی وہ یہ تھی کہ

(They were going to finish our culture around the globe.

کہ یہ روئے زمین پر ہماری تہذیب کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ اب جو کچھ اہل مغرب کرتے ہیں یہ اُن کی تہذیب ہے آپ کو اچھی لگے یا نہ لگے۔ آپ اُسے فحاشی کہیں' بدکاری کہیں بُرائی کہیں' شراب نوشی کہیں' جوا بازی کہیں' یہ ساری باتیں وہاں جائز ہیں۔ مردوں کی مردوں سے شادیاں جائز ہیں۔ عورتوں کی عورتوں سے شادیاں جائز ہیں۔ ساری قباحتیں جو دنیا میں شاید شیطان نے بھی نہ سوچی ہوں اور وہ اُن پر عمل بھی کرتے ہیں اور اُسے اپنی تہذیب کہتے ہیں۔ اب انہیں افغانستان کی اس چھوٹی سی ریاست سے یہ ڈر نہیں تھا کہ افغانی فوجیں چڑھیں گی اور وہ امریکہ کو فتح کر لیں گی اس کا تو کوئی امکان نہیں تھا کہ ایک چھوٹی سی ریاست اتنا لشکر لے کر جس کے پاس پہننے کو کپڑا اور جوتا تک نہیں ہے وہ اتنا اتنی ویپنری Weaponary اور اتنا ماڈرن اسلحہ لے آئے تو یہ ساری باتیں تو ممکن نہیں تھیں لیکن اُس نے کہا جو معاشرہ یہ بنا رہے ہیں جو تہذیب اور رہن سہن کا جو طریقہ یہ متعارف کرا رہے ہیں یہ

تو ہمارے لوگ بھی اپنا لیں گے اور ہماری اپنی تہذیب کے لئے خطرہ بن جائیں گے۔

They were going to finish our culture around the globe.

یہ روئے زمین سے ہماری تہذیب کو مٹانے کے درپے تھے اور اسلام سے اور مسلمان سے کافر کو کیا دشمنی ہے؟ مجھ سے آپ سے انہیں کوئی خطرہ نہیں۔ ہم اگر اسلام پر عمل چھوڑ دیں اور اُن کی تہذیب کو اپنا لیں تو عبادت کرنے پہ اُنہیں کوئی اعتراض نہیں! امریکہ میں اذانیں ہوتی ہیں امریکہ میں نمازیں پڑھی جاتی ہیں دوسرے غیر مسلم ممالک میں مساجد ہیں لوگ روزے رکھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اس بات سے انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن تہذیب جسے یا کلچر کہتے ہیں رہنے سہنے کا ایک عمومی طریقہ ہوتا ہے جو کردار ہوتا ہے اُس پر انہیں اعتراض ہے کہ وہ ہمارے جیسا ہونا چاہئے' یہ تہذیب ہماری ہوگی۔ اور یہی اعتراض مشرکین مکہ کو تھا کہ آپ ﷺ اپنے خدا کو مانتے ہیں مانیں کوئی اور ماننا چاہتا ہے تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ مانیں ہمیں اس کے ساتھ کیا آپ کسی الگ طریقے سے عبادت کرنا چاہتے ہیں تو کریں ہم اپنے طریقے سے کرتے ہیں آپ ﷺ اپنے طریقے سے کریں لیکن جو ایک معاشرہ ہمارا ڈویلپ (Develop) ہو چکا ہے آپ اس کو کیوں سارے کو جڑ سے اکھاڑتے ہیں اور آپ ﷺ یہ کیوں کہتے ہیں کہ جو سارے جتنے مذاہب پہلے پھیلے ہوئے ہیں یہ سارے باطل ہیں اس کا مطلب ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد بھی سارے جہنم میں گئے اور سارے جاہل مانے جائیں اور ہم سب کو پاگل سمجھیں اور بے وقوف اور مشرک قرار دیں کافر قرار دیں اور پھر جو کچھ کر رہے ہیں وہ بھی چھوڑ دیں شادی بیاہ جینا مرنا کاروبار یہ جو ہمارے مقدمات کے فیصلے یہ جو کچھ ہمارا ایک معاشرہ اس سارے کو چھوڑ کر ایک نیا آپ ﷺ کے کہنے پر بنالیں ایسا کیوں کریں؟ تو اُس معاشرے میں بھی لوگ تھے۔

حضرت زید بن عمرو بن نفیل اُس معاشرے کو غلط سمجھتے تھے بتوں کی پوجا کو غلط سمجھتے تھے اُن کے کردار کو غلط سمجھتے تھے پھر وہ جہاں تک ممکن ہو سکا انہوں نے سفر کئے۔ دنیا میں پھر کہیں سے اللہ کا پتہ مل جائے کہیں سے پتہ چل جائے کہ کون ہستی ہے جس کی کیسے عبادت کی جائے؟ عبادت کے لائق کون ہے؟ تو ساری عمر کی سیاحی نے بے شمار راہبوں کے پاس بے شمار دانش وروں کے پاس بے شمار عابدوزاہدوں کے پاس پھرنے کے بعد خالی ہاتھ واپس آئے۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے بیت اللہ شریف میں جاتے اور یہ کہتے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ تو ہے کائنات ازخود نہیں بن گئی تو نے بنائی ہے تو نے کیوں بنائی ہے؟ تو کیسا ہے؟ تیری عبادت کیسے کی جائے؟ مجھے یہ نہیں پتہ اور پھر وہ ہاتھ پر مٹی رکھ کر اُس پر پیشانی رکھتے اور یہ کہتے تھے کہ اس کو میری عبادت قبول کر لے کہ مجھے خبر نہیں ہے کہ کیسے عبادت کی جائے اُن کے اشعار بھی ہیں ایک دو شعر مجھے یاد رہ گئے ہیں۔

ء رب' واحد ام الف رب
ء دین اذا تقسمته الامور

کہ رب کوئی ایک ہے جو ساری کائنات کو پال رہا ہے ہزاروں رب نہیں ہو سکتے اگر روزی دینے والا اور اولاد دینے والا اور زندگی دینے والا کوئی اور موت دینے والا کوئی اور بیماری بھیجنے والا اور کوئی' صحت دینے والا کوئی اور ہوتا تو تماشا بن گئی ہوتی یہ دنیا۔ تو یہ سارا کام جو مربوط طریقے سے چل رہا ہے' ہر قطرہ اپنی جگہ پہ گرتا ہے' ہر تنکا وقت پہ پیدا ہوتا ہے ہر کام ایک لگے بندھے نظام کے تحت چل رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سب کو چلانے والا کوئی ایک ہے جس سے اختلاف کی کسی کو گنجائش نہیں۔

ء رب واحد ام الف رب.

رب کوئی ایک ہے ہزاروں رب نہیں ہو سکتے۔

ء دین اذا تقسمته الامور.

تو جب کام بانٹ دیئے جائیں کہ عبادت اُس کی کیجائے اولاد وہ دے گا روزی وہ دے گا تو یہ دین ہے یہ تو دین نہیں ہو سکتا۔ نہ یہ دین ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ فلاں چیز فلاں سے ملے گی فلاں فلاں سے ملے گی۔ جس طرح اب ہم نے بھی خانقاہیں بانٹ رکھی ہیں کہ فلاں خانقاہ پہ سلام کرنے جاؤ تو گھٹنوں کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے اور فلاں پہ جاؤ تو دمہ ٹھیک ہو جاتا ہے فلاں پہ

جاؤ تو اولاد ہوتی ہے اور فلاں پہ جاؤ تو روزی ملتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی مختلف بت بانٹ رکھے تھے کہ فلاں کی عبادت کرو تو یہ ہوتا ہے فلاں کی عبادت کرو تو وہ ہوتا ہے۔ تو فرمایا جب کام بانٹ دیئے جائیں کہ روزی فلاں دے گا صحت فلاں دے گا زندگی فلاں دے گا موت فلاں لائے گا تو یہ دین نہیں ہے یہ تو ایک بکھیڑا بن گیا

ءرب واحد ام الف رب
ءدین اذا تقسمته الامور

انہوں نے سوالیہ انداز میں انکار فرمایا ہے کہ رب ایک ہے ہزاروں رب نہیں ہو سکتے استفہام انکاری ہے اور یہ دین ہے کہ جس میں کام بانٹ دیئے جائیں یہ دین نہیں ہوسکتا۔

ترکت لات والعزیٰ جمیعاً

میں لات عزیٰ سب کا انکار کرتا ہوں۔

کذالک یفعل الرجل بصیرہ

اور اللہ نے جسے بھی بصیرت دی وہ ایسا ہی کرے گا۔

ترکت لات والعزیٰ جمیعاً
کذالک یفعل الرجل بصیرہ

میں لات عزیٰ تمام بتوں کا تمام نظریات کا انکار کرتا ہوں۔

کذالک یفعل الرجل بصیرہ

اور جس بندے کو بھی اللہ کریم نے بصیرت بخشی وہ ایسا ہی کرے گا۔

اب معبودانِ باطلہ کا انکار تو خرد نے کر لیا یہاں تک تو عقل کی رسائی بھی ہے کہ جو اپنے وجود میں خود محتاج ہے وہ دوسروں کا خالق کیسے ہوسکتا ہے لیکن خالق کون ہے؟ یہ کون بتائے یہ عقل کی رسائی سے باہر تھا اور یہ بات بتلائی محمد رسول اللہ ﷺ نے۔

سو جو فرما دیا رسول اللہ ﷺ نے اُسے دل سے ماننا اور دل سے ماننے سے مراد ہے کہ اپنی بھرپور کوشش کرنا اُس کی تعمیل پر اُس کے مطابق زندگی گزارنے پر یہ ایمان ہے اور ایک ایمان یہ بھی ہے کہ کہہ دینا کہ میں مانتا ہوں اقرار کر لینا۔ تو قرآن حکیم نے تاکید فرمائی کہ یایھا الذین امنوا امنوا۔ مان کر دکھاؤ۔ اس لئے مان کر دکھاؤ کہ جو کچھ نازل ہوا ہے محمد رسول اللہ ﷺ پر انہوں نے پوری حیاتِ طیبہ میں مان کر دکھایا ہے۔ قیام کا حکم رہا تو دنیا بھر کے خطرات سر پر منڈلاتے رہے آپ ﷺ مقیم رہے اور ہجرت کا حکم ہوا تو دنیا بھر کی نعمتیں چھوڑنا پڑیں' خویش و اقارب چھوڑنا پڑے تو آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ مان کر دکھایا۔ جہاں جہاد کا حکم ہوا وہاں جان پیش کر دی جہاں صلح کا حکم ہوا وہاں صلح کر لی۔ تو خود حضور اکرم ﷺ نے مان کر دکھایا۔ پوری حیاتِ طیبہ ﷺ میں آپ کوئی ایک ایسا خیال حضور ﷺ سے روایت نہیں کر سکتے کہ جو جس میں تردد ہو عمل تو دور کی بات ہے کوئی ایسا جملہ کوئی ایسا کلام کوئی ایسا خیال جس کا اظہار حضور ﷺ نے فرمایا ہو اور اُس میں کوئی شائبہ تردد کا ہو آپ نہیں کر سکتے۔ جب اللہ کے نبی نے مان کر دکھایا تو پھر تم بھی مسلمان تب ہی ہو کہ مان کر دکھاؤ۔

سوال:- لطائف پر انوارات کیسے آتے ہیں۔ شیخ کے قلب سے' انبیاء کے قلوب سے یا مقامات سے؟

جواب:- آپ نے ان چیزوں میں تفریق کیسے کر لی۔ یہ سب چیزیں ایک ہی رابطے کی کڑیاں ہیں۔ انبیاء علیھم السلام کے قلوب ہی وہ واحد کڑی ہے جو انوارات الٰہی کو مخلوق تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور سلاسل کے مشائخ عظام جو ہیں وہ ہم میں اور انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام میں ایک رابطہ ہیں منازل و مقامات اثنائے سفر منازل قرب ہیں تو یہ ساری چیزیں ایک ہی راستے کے مختلف مناظر ہیں کوئی ابتدائی ہے کوئی اوسط ہے کوئی انتہائی ہے تو ان میں تفریق میرے خیال میں تو ہے کوئی نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کیفیات ہمیشہ محسوس کی جاتی ہیں لکھی پڑھی یا بیان نہیں کی جاتیں۔ اب غصہ ایک کیفیت ہے اور ہر آدمی کو غصہ آتا ہے لیکن کیا لکھ سکتے ہیں آپ غصے کے بارے؟ سوائے اس کے کہ اُسے غصہ آیا اور کیا لکھیں گے آپ؟ لیکن غصہ ہے؟ کیا وہ آیا تو کیا ہوا؟ اُس نے کیا محسوس کیا؟ یہ تو آپ نہیں لکھ سکتے۔ بھوک پیاس ایک کیفیت ہے آپ روزہ رکھتے ہیں تو آپ کو اندازہ تو ہوتا ہے لیکن اُسے آپ لکھ کر کیسے بیان کریں گے یا بیان کرنا ہو تو کیا

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہیں گے؟ بھوک کا بتانا ہے تو کسی کو بھوکا رکھیں خوشی کا بتانا ہے کہ خوشی کی کیفیت کیا ہوتی ہے تو کسی کو خوش کر کے دیکھیں تب اُسے سمجھ آئے گی خوشی کیا ہوتی ہے۔

''ڈالوال'' میں ایک شاہ صاحب ہوتے تھے اور وہ حکیم تھے اور وہ شاگرد تھے حکیم نور دین بھیروی کے حکیم نور دین بھیرہ والا ایک بہت بڑا عالم گزرا ہے اور طبیب تھا بڑا مانا ہوا۔ مہاراجہ کشمیر کا شاہی طبیب تھا پھر وہ غلام احمد قادیانی سے مل کر قادیانی ہو گیا اور قادیانی کی اکثر عبارتیں کتابیں جو عربی میں ہیں اُن کا مصنف وہی حکیم ہے بھیرے والا۔ غلام احمد قادیانی اتنی عربی نہیں جانتا تھا ایک عام دفتری کلرک تھا پھر وہ انہیں ایک ٹرانسلیٹر کی ضرورت پیش آئی اردو انگریزی تو اُس میں انہوں نے لیا پھر اُسے انگریزوں نے نبی بنا دیا تو یہ حکیم نور دین بھیروی جو ہے یہ وہ ساری باتیں بتاتا رہا اور اُس کی آخری بیوی کے ساتھ اس کا ''افیئر'' بن گیا پھر قادیانی کے مرنے پر اُس سے شادی بھی کر لی اس نے۔ یوں تو ام المومنین تھی لیکن اُس نے پھر شادی بھی کر لی' اور قادیانیوں کو ہضم بھی ہو گئی! تو جس حکیم کی میں بات کر رہا ہوں۔ یہ بہت عمر رسیدہ آدمی تھا اور حکیم نور دین بھیروی کا شاگرد تھا۔ تو میری اُس کے ساتھ دوستی ہو گئی۔ سال بھر میں ڈالوال رہا تو۔ لوگ اُس سے بڑی کھاتے تھے کِد کھاتے تھے لوگ اُسے بہت بُرا بھلا کہتے تھے لیکن وہ آدمی بہت پڑھا لکھا اور بہت سمجھدار تھا۔ اپنی رائے کا بندہ تھا اس لئے لوگوں کی اُس کے ساتھ بنتی نہیں تھی۔ تو میں نے ایک دن اُس سے پوچھا۔ ویسے علم کی تلاش میں وہ مغرب تک شام تک بغداد تک گیا اچھا عالم تھا۔ تو میں نے اُس سے پوچھا کہ یہ جو طب آپ نے سیکھی آپ نے حکیم نور دین سے اُس کے بارے کچھ مجھے بتلائیں۔ وہ کہنے لگا میں ایک بات بتاتا ہوں آپ اُس سے اندازہ کر لیں کہ میرا والد جب مجھے حکیم صاحب کے پاس لے گیا تو حکیم صاحب نے مجھے لکھنو میں گانے بجانے والیوں کے پاس بھیج دیا۔

لکھنو مرکز تھا بڑا گانے بجانے والی عورتوں کا اور ساز بجانے والے سازندوں کا جہاں گانے والیاں ہوں گی وہاں سازندے بھی ہوں گے۔ اور انہیں بتایا کہ اُسے ساز سکھاؤ۔ میں بڑا حیران ہوا کہ میں تو طب پڑھنے آیا تھا انہوں نے مجھے سارنگی بجانے پہ لگا دیا اور کنجروں کے پاس بھیج دیا تو میں نے یہ سوال کیا کہ جناب میں سید ہوں۔ (سید بھی تھے۔) میں سید ہوں آپ کی خدمت میں میرے والد مجھے چھوڑ گئے طب سیکھنے کے لئے اب آپ ایک سید زادے کو کنجروں کے پاس بھیج رہے ہیں اور گانے بجانے والیوں کے پاس اُس نے کہا دیکھو میری بات سنو۔ ایک بات میں تمہیں بنیادی بتاؤں کہ جو ادب استاد کا گانے بجانے والیوں کے پاس ہے وہ تمہارے علماء کے پاس نہیں ہے۔ جو اخلاق اُستاد و شاگرد کے درمیان ہوتا ہے جوان کنجروں کے پاس ہے وہ تمہارے مولویوں کے پاس نہیں ہے میں تمہیں اس لئے بھیج رہا ہوں کہ وہ تمہیں وہ طریقہ سکھائیں گے کہ اپنے بڑوں سے یا اپنے سکھانے والوں سے یا اپنے اساتذہ سے کیسے پیش آیا جاتا ہے۔

یہ شاگرد کے لئے ضروری ہے کہ اُسے پتہ ہو کہ استاد کے ساتھ تعلق کی نوعیت کیا ہے اور یہ تمہیں مولوی نہیں سکھا سکے گا کنجر سکھا دیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ طب میں سب سے بڑی اور باریک بات یہ ہوتی ہے کہ آپ جب نبض پہ انگلیاں رکھتے ہیں تو اُس کی ہر حرکت کو ہر انگلی الگ انداز میں جانچے یہ بات تمہیں طبلے سرنگیاں بجانے والے سکھائیں گے کہ انگلی پر کتنا دباؤ پڑے تو طبلہ کیا آواز دے گا دوسری انگلی پر کتنا دباؤ پڑے تو کیا آواز آئے گی یا ہارمونیم سے کونسی انگلی سے کونسی سُر نکلے گی۔ انگوٹھا کہاں رکھنا ہے یا سارنگی کے انگ کہاں کہاں ہیں اور کس انگلی پر کتنا دباؤ کہاں چاہئے یہ ساری نزاکتیں تمہیں سازندے سکھائیں گے جب یہ سیکھ جاؤ گے تو میں تمہیں نبض دیکھنا سکھاؤں گا اس لئے کہ تمہیں اُستاد کا ادب بھی آتا ہو گا اور انگلی کی Sensitivity نزاکت' حساسیت اُس سے تم آشنا ہو جاؤ گے کہ کس انگلی کو کہاں رکھنا ہے اُس پہ کتنا دباؤ ڈالنا ہے اور نبض کی حرکت اُس کے نیچے کیا ہے وہ تم محسوس کرو گے تو طب سیکھ سکو گے کہ اسے کیا مرض ہے یا کہاں

www.naqshbandiaowaisiah.com

کیا خرابی ہے۔

تو یہ چیزیں سوال کرنے سے جواب دینے سے لکھنے پڑھنے سے آتی نہیں ہیں یہ کیفیات ہیں جو طب سے زیادہ نازک اور انہیں سکھانا صرف عشق کا کام ہے۔ بعض بلکہ دنیا کے تمام علوم عقل سے خرد سے سیکھے جاتے ہیں تعلقات جو ہیں یہ جنوں سے آتے ہیں باقی سارے کام دنیا کے عقل سے سیکھے جاتے ہیں لیکن یہ تعلقات اور رشتے جو ہیں یہ جنون سے آتے ہیں یہ عقل سے نہیں آتے آپ کا کسی بندے سے ایسا رشتہ بن جاتا ہے جسے لوگ جنوں کہتے ہیں آپ اُس کے لئے جائیداد فروخت کر دیتے ہیں مال لُٹا دیتے ہیں قتل ہو جاتے ہیں تو کیا یہ عقل ہے؟ یہ جنوں کے فیصلے ہیں یہ خرد کے نہیں ہیں۔ تو یہ نزاکتیں جن کے بارے آپ سوال کر رہے ہیں کہ لطائف پر انوارات کیسے آتے ہیں شیخ کے قلب سے انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کے قلوب سے یا مقامات سے یا بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ارواح کیسے حاضری دیتی ہیں یا کیا ہوتا ہے میرے بھائی! یہ ساری باتیں جنوں سے آتی ہیں آپ بات خرد کی کر رہے ہیں یہ لکھنا پڑھنا تقریر کرنا بیان کرنا بتانا لیکچر دینا یہ ساری خرد کی باتیں ہیں اور یہ کیفیات جو ہیں یہ جنوں سے آتی ہیں۔ تو اب ان کو عقل سے کیسے سمجھایا جائے؟ علم سے کیسے بتایا جائے؟ اگر آپ چاہتے ہیں کہ جنوں کیسے پیدا ہو آسان سی بات ہے جتنا جتنا محمد رسول اللہ ﷺ کو جانتے جاؤ گے اتنے اتنے فدا ہوتے جاؤ گے یہ تو آپ ﷺ کی خصوصیت ہے اس میں کسی کا کوئی کمال نہیں ہے۔ وہی آپ ﷺ سے دور ہے جس نے آپ ﷺ کو پہنچانا نہیں جانا نہیں۔ ایک ایسی ہستی۔ اب دیکھیں!

ہیرا ایک بڑا قیمتی پتھر ہے لیکن جب ہیرا کان سے نکلتا ہے تو عام سا پتھر ہوتا ہے پھر جب اُسے تراشا جاتا ہے تو اُس تراش میں اُس کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے یہ وہی پتھر اُسے آپ انگلش کٹ میں کاٹیں اُس کی انگلش ہے فرنچ ہے اور انڈین ہے جو مغلوں نے ایجاد کیا وہ انہی کے نام سے منسوب ہے مغلوں کا کٹ ہے۔ اُسے آپ انگلش کٹ میں تراشتے ہیں تو اُس کے تھوڑے پہلو نکلیں گے۔ فرنچ کٹ میں تراشتے ہیں تو اُس سے زیادہ پہلو بن جائیں گے لیکن اگر آپ مغلیہ طرز میں کاٹتے ہیں تو اُس کے سینکڑوں پہلو۔ مغلوں نے ہیرے کی تراش میں یہ کمال کیا کہ اُس کے ہزاروں پہلو بنا دیے تو آج بھی جو مغلوں کا کٹ ہے دنیا میں وہ مہنگا ہے حالانکہ ہیرا تو وہی ہے ایک قطر کا ہے یا سوا کا ہے یا دو کا ہے یا تین کا ہے لیکن جب کٹ دیکھتے ہیں جوہری تو قیمت میں لاکھ کا فرق پڑ جاتا ہے تو پتھر تو وہی ہے اُس کا حجم بھی وہی ہے لیکن وہ جتنے کٹ ہوتے ہیں اتنی روشنیاں ہر کٹ سے نکلتی ہیں۔ اب دس کٹ ہیں تو دس جگہ سے روشنیاں فلو کریں گی اور بیس ہو گئے ہیں تو اُس پتھر سے بیس جگہ سے اور ہیرے سے ساتوں روشنیاں نکلتی ہیں ساتوں رنگ نکلتے ہیں تو وہ بیس جگہ سے نکلیں گے اور اگر وہ سو کر دیئے گئے ہیں تو سو جگہ سے تو جتنے کٹ بنتے جاتے ہیں اتنی اتنی اُس کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

اب ایک ہستی آج سے ساڑھے چودہ سو برس اس عالم آب وگل میں اور وجود انسانی میں جلوہ افروز ہوئی۔ اب تک کھربوں لوگ گزر چکے ہیں کروڑوں لوگ موجود ہیں اور پتہ نہیں قیامت تک کتنے لوگ آئیں گے جو اُس کے عشق کے مریض ہوئے ہیں اور ہوں گے اس ایک بات سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ کتنے پہلو ہیں ذاتِ محمد رسول اللہ ﷺ کے میری اپروچ اپنی ہے آپ کی رسائی اپنی ہے دوسرے کی فکر اپنی ہے تو ہر فرد ذاتی طور پر ایک کٹ تک پہنچتا ہے اپنی فکر کے مطابق اپنے شعور کے مطابق اپنی حیثیت کے مطابق اپنے علم کے مطابق اُسے ایک کٹ سے روشنی نظر آتی ہے اور اُس پہ فدا ہو جاتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے اس ہیرے کو جسے ہم خاتم النبیین ﷺ کہتے ہیں اس کو دیکھیں کہ اس میں تراشنے والے نے کتنے کٹ تراشے ہیں کہ ہر کٹ میں سے نور کے سمندر ابل رہے ہیں اور لوگ اُس پہ دیوانہ وار پروانہ وار نثار ہو رہے ہیں۔ تو دور وہی رہا بیگانہ وہی رہا جسے آپ ﷺ کا کوئی پہلو نظر نہیں آیا اور جسے نظر آیا وہ پاگل ہو گیا۔ اُس نے پھر دامن اطہر ﷺ کو نہیں چھوڑا۔ پھر اُس کے بس میں نہیں رہا کہ وہاں سے اٹھ جائے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک ہے ہمارے پاس الحمدللہ ایک موروثی اسلام ہے اللہ نے ہمیں مسلمان گھروں میں پیدا کیا۔ ہمارے کانوں نے آکر دنیا میں پہلی آواز اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت کا اعلان۔ اللہ کی معبودیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اعلان کی آواز سنی۔ والدین کو مسلمان دیکھا ہم بھی مسلمان ہو گئے۔ الحمد للہ اللہ قبول فرمالے۔ نجات کے لئے یہ بھی کافی ہے۔ لیکن اس میں مسلمانی کا مزا نہیں ہے' مزا اُس مسلمانی میں ہے جس میں اپنی رسائی اُن پہلوؤں تک ہو جو انوارات باری کے امین ہیں جو کرم الٰہی کو لٹا رہے ہیں۔

انما انا قاسم' واللہ یوء تی. اللہ دے رہا ہے میں لٹا رہا ہوں۔ تو آپ اندازہ کیجئے کہ ایک ہستی کے کتنے حسین پہلو ہیں۔ کوئی گن نہیں سکتا۔ اب اُن میں کھو جانا اُس میں ڈوب جانا یہی حاصل زندگی ہے اور کوئی کہتا ہے مجھے محبت کیسے ہو؟ کیوں ہو؟ کیسے ہو تو یہ سادہ سی بات ہے کہ کوئی پہلو تو آپ بھی جانیں!

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حبیبہ حبیب کبریا ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ ﷺ کے رہن سہن آپ ﷺ کے معاملات آپ ﷺ کے شب و روز کے بارے کچھ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ارشاد فرمائیے انہوں نے بڑا مختصر اور بڑا جامع بڑا خوبصورت جواب دیا فرمایا۔

کان خلقہُ القراٰن. بھئی قرآن پڑھتے جاؤ آپ ﷺ کی سیرت ساری سامنے آتی جائے گی۔ آپ ﷺ کے شب روز آپ ﷺ کا طریقہ کار اور آپ ﷺ کی معاشرت آپ ﷺ کا لین دین آپ ﷺ کی زندگی کے سارے پہلو قرآن بیان کرتا ہے۔ کان خلقہ القرآن۔ قرآن ہی آپؐ کے اعمال اور آپ ﷺ کے شب و روز کی تشریح ہے۔ آپ جاننا چاہتے ہیں تو آپ قرآن پڑھیں۔ قرآن کو دیکھنا عبادت' سننا فرض' پڑھنا سنت' واذا قُری القرُان فاستمعوا لہ' وانصِتو. قرآن پڑھا جائے تو اُسے سنو اور جو حکم قرآن کی نص سے ثابت ہوتا ہے وہ فرض ہوتا ہے جس پر کوئی آیت دلالت کرتی ہے یا حکم دیتی ہے وہ فرض ہوتا ہے۔

واذاقُری القران فاستمعوا لہ'. جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو سُنو سننا فرض۔ وانصِتو. متوجہ ہو کر خاموشی سے۔ لعلکم ترحمُون. تاکہ تم رحمتِ الٰہی کو پاسکو اور رحمت کیا ہے؟

وما ارسلنک الا رحمتہً للعلمین. قرآن پڑھو قرآن سنو قرآن سمجھو' جتنی سمجھ آتی جائے گی اتنی عظمت پیامبر ﷺ آپ پر واضح ہوتی جائے گی اور جتنی واضح ہوتی جائے گی اتنے آپ عشق اور محبت میں مبتلا ہوتے جائیں گے۔ ہر ایک کی اپنی حیثیت ہے ایک گل ہے اُس سے بلبل کا پیار اپنا ہے لیکن ایک حقیر سی مکھی ہے وہ بھی گل کی طرف لپکتی ہے اُس کی بے قراری اپنی جگہ۔ بلبل کی نظر بھی گل پر ہے اور اُس چھوٹی سی بے حیثیت مکھی کی نظر بھی گل پر ہے نہ بلبل کو اپنی شان کی فکر ہے نہ مکھی کو اپنی ذات کا احساس ہے کہ میری حیثیت کیا ہے۔ یہ کام جنوں کرواتا ہے یہ عقل کے کام نہیں ہیں عقل ہوتی تو بلبل کو ہی غیرت آجاتی کہ جہاں ایک مکھی بیٹھی ہے وہاں میں محبت کیوں کروں۔ مکھی کو ہی شرم آجاتی کہ جہاں بلبل جیسا خوبصورت پرندہ لوٹنیاں لے رہا ہے میں ایک مکھی ہو کر وہاں میں کیا کروں گی۔ نہ اُسے خبر ہے کہ میری حیثیت کیا ہے نہ مکھی کو فکر ہے کہ میں کیا شے ہوں۔ وہ بھی گل پہ لپک رہی ہے وہ بھی گل پہ نثار ہے۔ اس لئے کہ دونوں کی نظر گل پر ہے اپنا آپ بھول چکی ہیں۔

تو ہم سے اگر اُس مکھی جتنا کام بھی نہ ہو سکے تو کیا مسلمانی؟ یہ باتیں پوچھنے اور بتانے' لکھنے اور پڑھنے' بیان کرنے اور سننے سے آگے کی ہیں۔ یہ کیفیات ہیں اور محسوس کی جاسکتی ہیں۔ سیرت نبوی علیٰ صاحبہ الصلوۃ والسلام پر کتابیں ملتی ہیں مطالعہ کیجئے جتنا جتنا پڑھتے جائیں گے اتنی اتنی محبت پیدا ہوتی جائے گی۔ جتنے جتنے پہلو جانتے جائیں گے اتنا تعلق بنتا جائے گا۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے درود پڑھتے رہئے۔ اللہ نے ایسے فرشتے مقرر کر دیے ہیں کہ جب کوئی درود پڑھتا ہے تو اُسے خوبصورت تھالوں میں سجا کر جنتی رومالوں سے ڈھک کر بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کرتے ہیں اور پڑھنے

والے کا اور اُس کے والد کا فلاں فلاں کے بیٹے نے یہ نذر بھیجی ہے یہ تحفہ بھیجا ہے۔ اور اُن کا کام ہی یہ ہے فرشتے وہ تخلیق ہی اس لئے کئے گئے ہیں اُن کی ذمہ داری ہی یہی ہے کہ جہاں کوئی درود شریف پڑھتا ہے وہ لے کر پیش کرتے ہیں ۔تو مزا تو اُن لوگوں کے پڑھنے کا ہے کہ جب وہ پڑھنے لگتے ہیں تو اُس طرح پڑھتے چلے جاتے ہیں کہ ایک فرشتہ دوسرے کو پکڑا دیتا ہے وہ اگلے کو دے دیتا ہے پیچھے سے پکڑنے کے لئے۔ وہ پڑھتے جاتے ہیں وہ لیتے جاتے ہیں لیتے جاتے ہیں ایک وقت آتا ہے کہ روضہ اطہر ﷺ تک اور اُس بندے تک قطار بن جاتی ہے۔

تو تین راستے ہیں محبت حاصل کرنے کے محمد رسول اللہ ﷺ کی ۔ پہلا قرآن دوسرا سیرت کا مطالبہ اور تیسرا مسلسل درود شریف ۔ آپ تینوں اپنایئے ۔ قرآن حکیم کو پڑھیے سمجھیے ۔ سیرت طیبہ کا مطالعہ اپنے اوقات میں روزانہ کے اوقات میں رکھ لیجئے ۔ درود شریف چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت پڑھتے رہیے ۔ وہ بارگاہ ایسی نہیں کہ مانگنے والے کو خالی لوٹائے ۔ وہ جواب شکوہ میں علامہ مرحوم نے کہا کہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

اُس کی ذات تو کریم ہے اب کسی میں بھی کوئی شعور ہو ۔ دال روٹی سے آگے تو ہماری فکر نہیں بڑھتی ۔ ہماری مانگ اور ہماری ''ڈیمانڈ'' ہماری ذات کے گرد گھومتی رہتی ہے ۔ صحت نہیں ٹھیک' بچہ بیمار ہو گیا' روٹی کہاں سے آئے گی' پیسے کتنے ملے' نوکری کا کیا ہو گا' گاڑی خراب ہو گئی' کام نہیں' اس سے آگے تو ہم نے سوچنا چھوڑ دیا ہے اور یہ وہ کام ہیں جن کی فکر ہمیں نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ اُس نے اپنے ذمے لئے ہوئے ہیں۔

ما من دابتہ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ۔ اور رزق میں ساری چیزیں اللہ کی طرف سے جتنی ملتی ہیں وہ رزق میں شامل ہیں اُس میں حیات بھی ہے صحت بھی ہے علم بھی ہے اور کاروبار بھی ہے روزی روٹی بھی ہے اولاد بھی ہے ۔ سب رزق ہے نا جو اللہ کی طرف سے ملتا ہے وہ تو اُس کا اُس نے ٹھیکہ لے لیا میں ذمہ دار ہوں میرے ذمہ ہے بات ختم ہو گئی۔

میں نے کنواں کھدوایا جو دس پندرہ فٹ تو اُس میں کچھ مٹی کچھ پتھر ملے جلے تھے پھر اُس کے بعد سالڈ چٹانیں شروع ہو گئیں اور وہ ہم بارود سے کٹواتے رہے دوسو چونتیس فٹ اُس کی گہرائی ہے وہ ساری چٹانیں کاٹ کر ہم لے گئے ۔ اب بھی موجود ہے نصف تک پانی سے بھرا ہوا کھڑا ہے تو جب وہ مزدور تقریباً مجھے صحیح یاد نہیں لیکن سو اور نوے کے درمیان کوئی فکر تھا ۔ جب نوے سے نیچے اُترے ایک چٹان انہوں نے بارود سے پھاڑی تو اُس میں سے ایک پتھر نکلا جیسے یہ کرکٹ کا گیند جتنا ہوتا ہے اتنا گول بالکل گول اور پتھر تھا ۔ دوسرے تیسرے چوتھے دن بھی روزانہ میں جایا کرتا تھا ۔ وہاں زمینیں بھی ہیں کام بھی ہوتا تھا مزدوروں کو بھی دیکھتا تھا تو میں جب گیا وہاں بیٹھا تو وہ پتھر لے آیا تو جی یہ عجیب بات ہے یہ دیکھیں ساری سالڈ چٹانیں ہیں اور بہت بڑی بڑی چٹانیں ہیں اُن میں جوڑ ہیں لیکن بڑی بڑی چٹانیں ہیں یہ ایک عجیب پتھر ہمیں درمیان سے ملا ۔ ایک چٹان کو توڑا تو اُس کے اندر تھا الگ سے پڑا ہوا پتھر دو چٹانوں کے درمیان تو وہ عجیب نہیں لگتا لیکن ایک بہت بڑی چٹان آپ توڑتے ہیں تو اُس کے اندر سے الگ سے ایک گول پتھر گیند سا نکلا ۔ تو میں نے کہا اسے توڑ کے دیکھو تو اُسے انہوں نے درمیان سے ضرب لگائی تو وہ دو حصوں میں ٹوٹ گیا ۔ درمیان میں جتنا کسی زمانے میں ایک روپے کا سکہ ہوتا تھا اتنی سی جگہ خالی تھی اور اُس میں اتنی ہی موٹائی بھی تھی اُس کی اور اُس میں ایک خوبصورت نیلے پروں والی تتلی سی پھر رہی تھی ۔ اب نوے فٹ کی گہرائی اُس چٹان کے اندر پھر اُس کے اندر ایک اور پتھر میں محفوظ ۔ روزی تو اُسے دے رہا تھا کہ وہ زندہ تھی ۔ کیسے دے رہا تھا؟ کیا دے رہا تھا؟

اُس نے ذمہ لیا ہوا ہے **ما من دابتہ فی الارض الا علی اللہ رزقھا**. ہم نے محاورہ سنا ہوا تھا کہ پتھر میں کیڑے کو روزی دیتا ہے اُس پتھر کو توڑ کر دیکھا کہ محاورہ نہیں یہ حقیقت ہے ۔ لیکن ہم ہیں کہ ہمیں اس پہ بھی اعتبار نہیں ہماری ساری دعائیں اسی کے گرد اور ہماری خواہشات تمنائیں اس کے گرد گھومتی ہیں ۔ ہم اس سے نکلتے ہی نہیں محبت کرنے کی فرصت کیسے ملے؟

www.naqshbandiaowaisiah.com

المرشد سے انتخاب

عورت کا مقام

ہر سال کی طرح اس دفعہ بھی 8 مارچ کو خواتین کا عالمی دن منایا گیا اس مناسبت سے شیخ المکرّم کا ایک خطاب پیش خدمت ہے جس میں آپ نے عورت کا مرتبہ و مقام' ضرورت و اہمیت اور حقوق و فرائض قرآن حکیم کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
المرشد جنوری 1992ء

قرآن حکیم نے بہت سے واقعات ارشاد فرمائے ہیں' گذشتہ اقوام کے بھی' اُن لوگوں کی باتیں بھی جنہوں نے اللہ کی اطاعت قبول نہیں کی' انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تکذیب کی اور کفر اور انکار کا راستہ اپنایا اس کے ساتھ اُن لوگوں کی باتیں بھی جنہوں نے اطاعت کی' انبیاء و رسل علیہم السلام کے تذکرے بھی لیکن یہ ساری باتیں بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم صرف اور صرف اپنے مقصد کی بات کرتا ہے۔ قرآن حکیم کا مقصد ہے اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا' اللہ کی اطاعت اور عبادت کی طرف بلانا' اطاعت اور عبادت کے طریقے بتانا' اُن باتوں سے مطلع فرمایا جو اللہ کو پسند نہیں ہیں اس کے ساتھ تاریخ کا تعلق صرف اس حد تک ہے کہ تاریخ سے انسان سبق حاصل کرے' ترہیب و ترغیب کا تعلق ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر کی راہ اپنائی یا انکار کا شیوہ اختیار کیا اُن کا انجام کیا ہوا اور جن لوگوں نے اطاعت اختیار کی انہیں کیا کامیابی حاصل ہوئی۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جب مبعوث ہوئے تو قوموں کے حال کیا تھے کن مشکلات کا انہوں نے مقابلہ فرمایا اور کس طرح سے قوموں کو مشکلات سے نکال کر اُن کی تمام تر پریشانیوں کے حل ارشاد فرمائے اور گمراہی سے نکال کر انہیں اللہ کے راستے پر لگایا ظلمت سے نکال کر نور تک پہنچایا۔ یہ سارا اس لئے ہے کہ پڑھنے والا سننے والا فیصلہ کر سکے کہ کون سے راستے پر کس طریقے سے چلنا چاہئے۔ تو اس میں جتنا واقعہ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے وہ اپنی صحت کے اعتبار سے تو مثالی ہوتا ہے صحیح ترین ہوتا ہے لیکن چونکہ قرآن کا موضوع تاریخ بیان کرنا نہیں ہے اس لئے کسی واقعہ کو محض واقعہ سمجھ کر پورا بیان نہیں کیا جاتا بلکہ واقعات کے مختلف ٹکڑے مختلف جگہوں پر ارشاد فرمائے جاتے ہیں جہاں اس سے جو سبق دینا مقصود ہوتا ہے۔

عورت کو انسان نہ سمجھنا یا عورت کو گھٹیا سمجھنا یا عورت کو ایک مصیبت سمجھنا یا عورت کا بیکار سی کوئی چیز سمجھنا یہ فلسفہ ہے ہندومت کا۔

ان آیات مبارکہ میں بات تو چل رہی تھی موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کی' فرعون کے مظالم کی اور اُن کے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچنے کی چونکہ مدین فرعون کی سلطنت سے باہر تھا لیکن اس واقعہ میں جہاں عظمت' پیامبر بیان ہو رہی ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام کی استقامت اور اُن کی قربانیوں کا تذکرہ ہے جہاں شعیب علیہ السلام کے تقدس اور اُن کی مقبولیت بارگاہ الٰہی میں جو ہے اُس کا تذکرہ ہے وہاں باتوں باتوں میں ایک عجیب بات ارشاد فرما دی جو پوری انسانیت کے لئے اپنے

www.naqshbandiaowaisiah.com

اندر بہت وسیع سبق رکھتی ہے۔ فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام منزلوں پر منزل مارتے مدین کے قریب پہنچے تو باہر اُن کا کنوان یا چشمہ تھا جہاں سے وہ مویشیوں کو یا ریوڑوں کو یا گلوں کو پانی پلاتے تھے تو جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو بہت بھیڑ تھی لوگوں کے پانی پلانے کا وقت تھا۔

وجد علیہ امۃ من الناس یسقون. بہت سے لوگوں کو وہاں دیکھا جو اپنے مال مویشی کو یا اپنے گلے کو پانی پلا رہے ہیں عجیب بات یہ دیکھی۔

وجد من دونھم امراتین تذودان. دو نوجوان لڑکیوں کو یا دو خواتین کو وہاں دیکھا جو ایک طرف الگ ہو کر اپنی بکریاں لے کر کھڑی ہوئی تھیں تو انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ عجیب بات ہے یہاں تو سارے مرد ہی مرد ہیں اور مقام بھی مردوں کا ہے یہ دو نوجوان بچیاں یہاں کیا کر رہی ہیں۔

قال ماخطبکما. بھئی! تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟ تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟

قالتا لانسقی حتی یصدر الرعاء. انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے ریوڑ کو' اپنے گلے کو پانی تو پلانا ہے لیکن ہم ان مردوں کی بھیڑ میں گھس کر تو نہیں پلا سکتیں تو مجبوراً ہمیں انتظار کرنا پڑے گا ہم کنارے الگ ہو کر کھڑی ہیں جب یہ لوگ پانی پلا کر واپس ہو جائیں اور اپنے مال مویشی لے جائیں اور جب یہاں مرد نہ رہیں تو ہم اپنے ریوڑ کو پانی پلا لیں۔ اب یہ بات کہ ریوڑ کو پانی پلانے ہم ہی کیوں آئی ہیں۔ ہمارے گھر میں سوائے ہمارے والد بزرگوار کے کوئی نہیں اور ہمارے والد بہت زیادہ بوڑھے ہیں یہ کام نہیں کر سکتے۔

اس چھوٹے سے جملے میں اللہ کریم نے خواتین کے کام کاج میں حصہ لینے کا یا کاروبار میں حصہ لینے کا یا آجکل جو تحریکیں روزانہ اٹھتی ہیں مساوی حقوق لینے کا' ایک معیار ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ارشاد فرمائی کہ خاتون گھر سے باہر تب قدم رکھ سکتی ہے جب گھر سے باہر کام کرنے والا اُس کے گھر میں کوئی نہ ہو۔ جنہیں اللہ کریم نے باہر کام کرنے کے لئے گھر میں والد یا بھائی یا بیٹے یا شوہر کی صورت میں مرد نصیب فرمائے ہوں انہیں باہر کی سوسائٹی میں جانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جن کے گھر میں مرد نہیں ہیں یا مرد ہیں تو وہ اس قابل نہیں ہیں جو باہر جا کر کام کر سکیں صحت کے اعتبار سے یا عمر کے اعتبار سے کسی وجہ سے تو اُس مجبوری کی حالت میں خواتین باہر کا کام کریں۔ دیوار سے لگ کر انہیں مرنا نہیں ہے انہیں گدا نہیں کرنا ہے انہیں چوری نہیں کرنا ہے انہیں کام کرنا ہے' لیکن کام کرنے میں مردوں اور خواتین میں ایک حد فاصل رہے۔ مردوں کے ساتھ گھل مل کر مردوں کی طرح نہ کریں جیسے یہاں فرمایا کہ ان دونوں کی مجبوری یہ تھی کہ انہیں اپنے ریوڑ کو پانی تو پلانا تھا اور وہی ایک چشمہ تھا جہاں سے سب پانی پلاتے تھے تو وہاں پہنچ کر بھی وہ اپنے ریوڑ کو بھی روک کر الگ کھڑی رہیں کہ مردوں کی بھیڑ چھٹ جائے گی تو ہم اپنے ریوڑ کو پانی پلا لیں گی۔

قرآن حکیم کا اسلوب تو یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت جو بھی اپنی ذمہ داری کو بہتر طریقے سے پورا کرے اللہ کے نزدیک وہ بہتر ہے ہمارا تین چوتھائی مذہب جو ہے یہ خواتین سے نقل ہوا!!

یعنی دو باتیں بڑی واضح ارشاد فرما دیں۔ اول تو خاتون گھر سے باہر روزگار کے لئے یا روزی کمانے کے لئے یا محنت ومشقت کے لئے تب نکلے جب گھر میں کوئی مرد باہر کی ذمہ داری پوری کرنے کا اہل نہ ہو۔

ہمارے ہاں یہ عجیب بات ہے۔ بہت سی باتیں اس Subcontinent میں ہم نے ہندوؤں سے لے لی ہیں اور ہم نے اُن پر اسلام کا رنگ چڑھا لیا ہے اور انہیں اسلام کا نام دے دیا' سمجھتے ہیں یہ اسلام ہے۔ عورت کو انسان نہ سمجھنا یا عورت کو گھٹیا سمجھنا یا عورت کو ایک مصیبت سمجھنا یا عورت کو بیکار سی کوئی چیز سمجھنا یہ بھی فلسفہ ہے ہندومت کا۔ ہندو مذہب میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہاں تک کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

اگر خاوند مر جائے تو بیوی کو اس کے ساتھ زندہ جل کر مر جانا چاہئے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے یا اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو ساری زندگی اسے پھر گھر بسانا نصیب نہیں ہوتا۔ ہندو مذہب میں وہ نہ صرف یہ کہ بیوہ ہی رہے گی ساری عمر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی بات کرنا' اس کے ساتھ مل کر کھانا یا اس کے ساتھ بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اپنے گھروں میں ان کے ماں باپ ان کے بہن بھائی ان کے دوسرے قریبی عزیز بھی ان کے ساتھ بیٹھنا یا کھانا پینا پسند نہیں کرتے بلکہ ان کی زندگی ویران سی' الگ تھلگ کسی کوٹھری میں پھینک دیا۔ نوکروں کی طرح گھر کے برتن مانجتی رہیں' یا کام کاج کرتی رہیں۔

وہی تصور جو ہے وہ ہم نے یہاں اس برصغیر میں ہم نے اپنا لیا ہے اس سے باہر نہیں ہے ایسا۔ یہاں یہ بڑی شدت سے ہے کہ عورت ناقص ہے' عورت بیوقوف ہے' عورت کمزور ہے اور اس طرح کی اتنی دلیلیں جمع کی جاتی ہیں کہ پڑھنے یا سننے والے کو عورت کے نام سے نفرت سی ہونے لگتی ہے کہ یہ کیا مصیبت ہے۔ ایسا نہیں ہے اسلام انسانیت کا مذہب ہے اور عورت بھی انسان ہے مرد بھی انسان ہے۔ اسلام میں صرف بااعتبار خصوصیات کے' بااعتبار قوت برداشت کے یا بااعتبار ذمہ داریوں' فرائض اور ڈیوٹی کے عورت کی اپنی ذمہ داریاں ہیں مرد کی اپنی ذمہ داریاں ہیں اسی ایک میدان میں جہاں مرد کا حساب ہوگا وہیں عورت کا حساب کتاب لیا جائیگا' وہی ذات وحدہٗ لاشریک جہاں مرد کا محاسبہ کرے گی خاتون سے محاسبہ کرے گی' وہی جہنم جس میں کافر مرد کا جانا ہوگا کافر عورت کو جانا ہوگا' وہی جنت جو مقرب ہے مقرب بارگاہ الوہیت لوگوں کے لئے' مردوں کے لئے ہے خواتین کے لئے بھی ہے' بحیثیت انسان دونوں کا سفر ایک سا ہے' دونوں ایک جیسے ماں باپ کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں' دونوں ایک سی فضا میں سانس لیتے ہیں' دونوں ایک ہی طریقے سے موت سے ہمکنار ہوتے ہیں اور دونوں ایک ہی طرح سے برزخ میں داخل ہوتے ہیں' دونوں ایک ہی طرح سے میدان حشر میں اٹھیں گے اور ایک ہی طرح کے انجام سے دوچار ہوں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ باعتبار تخلیق مرد کا وجود مختلف قسم کا ہے اور اس کے فرائض مختلف ہیں۔ خاتون کا وجود اس کی قوت برداشت اس کی ضروریات الگ ہیں اس کے فرائض الگ ہیں لیکن اہمیت دونوں کی اپنی جگہ ایک جیسی ہے۔

جو لوگ اس اعتراض سے گھبراتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زیادہ شادیاں کیوں کیں وہ حیات طیبہ سے واقف نہیں ہوتے۔

اسے اگر آپ تقسیم کرنا چاہیں بہت بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ کسی عورت کو اللہ نے نبوت نہیں دی' اس لئے عورتیں بہت کمزور اور ناقص مخلوق ہیں۔ لیکن یہ دلیل دیتے وقت دلیل دینے والا یہ بھول جاتا ہے کہ نبیوں میں بغیر باپ کے نبی علیہ السلام تو ملتا ہے بغیر ماں کے کوئی نبی نہیں ملتا۔ نبیوں میں ایسا نام تو ملتا ہے کہ ایسا ایک نبی ہے اللہ کا ایک رسول علیہ السلام ہے اور اس کا باپ نہیں۔ اللہ کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے تنہا ماں سے اسے پیدا فرمایا لیکن بغیر ماں کے کوئی بھی نہیں ہے' سوائے آدم علیہ السلام کے! یہ بنیاد ہیں انسانیت کی آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے نبی آئے ہیں سب نے ماں کی گود میں پرورش پائی۔ تو اگر یہ اتنی ہی قابل نفرت مخلوق ہوتی تو ہر نبی ہر رسول اس کی گود میں کیوں پرورش پاتا؟ اگر نبی نہیں ہے تو نبی کی ماں تو ہے' اگر نبی نہیں ہے تو نبی کی بیٹی تو ہے' اگر نبی نہیں ہے تو نبی کیساتھ نبی کی بیویاں تو ہیں اور جنت الفردوس یا جنت البریں یا جہاں مقام محمود پر آقائے نامدار ﷺ کی منزل کائنات سے الگ اور بالاتر اور بالاترین ہوگی کوئی دوسرا ٹھکانہ کسی کا نہیں ہوگا اسی ٹھکانے میں اس گھر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہا اجمعین کا قیام بھی ہوگا' گھر نبی کریم ﷺ کا ہوگا لیکن عورت اس گھر میں بھی رہے گی۔

تو پھر کمی کہاں ہوئی' قابل نفرین کہاں

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہوئی' کمزوری کہاں ہوئی' یہ جو ہم نے یہ تصور ٹھہرالیا ہے یہ یہاں ہندوستان سے لیا گیا ہے۔

عورت اور مرد کے فرائض کو رب جلیل نے یوں تقسیم کیا ہے جیسے کوئی شخص بہت خوبصورت باغ لگوانا چاہے اُسے وہاں دو طرح کے مزدور چاہیں اُسے ایک ملازم چاہئے جو اس باغ کی حفاظت کرے' جو تگڑا مضبوط ہو' جو چوکیداری کرے' کسی جانور سے یا کسی ناپسندیدہ شے سے جو اُس باغ کو اُجاڑنے کا یا خراب کرنے کا سبب بنتی ہے قریب نہیں آنے دے' اُس کی باڑ لگائے' اُس کی حفاظت کرے' اُس کے لئے کھاد ڈھوئے' اُس کے لئے پانی کی نالی کھود کر لے آئے' اُس کی ضروریات کی تکمیل کے اسباب اختیار کرے اور اُس کے لئے کسی مضبوط ملازم کی طاقت اور ملازم کی ضرورت ہے ایسے ملازم کی ضرورت ہے جو تنہا اکیلا بھیڑ بھاڑ میں ہر جگہ کام کر سکے۔ اب اُس باغ کے اندر بھی ایک ملازم چاہئے جو قوت وطاقت میں بیشک اُس باہر والے سے کمزور ہو لیکن محبت وشفقت میں اُس سے بڑھ کر ہو' جو چھوٹے چھوٹے پودوں کی نگہداشت کرے' جو ایک ایک کلی کو دیکھے یا ایک ایک پھول کا احساس رکھے جو ایک ایک پھوٹتے ہوئے شگوفے کا شعور رکھتا ہو اُس کی ضرورت کو سمجھتا ہو اور ہر ایک کو نرمی' محبت' پیار' تحفظ وہ باہر سے لایا ہوا پانی اس طرح تقسیم نہ کرے کہ آدھے پانی میں غرق ہو جائیں اور آدھے پانی کی قلت سے مر جائیں یا باہر کی لائی ہوئی کھاد کو کسی اندازے سے تقسیم کرے ایسا نہ ہو کہ آدھے بغیر کھاد کے خشک ہو جائیں۔ تو اندر ایک ایسا حساس دل چاہیے جس کا جسم اگرچہ کمزور بھی ہو لیکن اُس کی محبت وشفقت بہت طاقتور ہو اُس کی کمزوری کو اُس باہر والے ملازم یا چوکیدار کی طاقت کا تحفظ حاصل ہو کیونکہ اُسے اس کی حفاظت کرنا نہیں ہے بلکہ اُس کی پرورش ونگہداشت کے لئے محبت سے اُسے سنبھالنا ہے

حضور اکرم ﷺ نے دوسری شادی بھی جس وقت کی اُس وقت آپ ﷺ کی عمر پچاس سال سے زائد تھی۔ آپ ﷺ نے پوری جوانی اپنے سے بڑی عمر کی خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' کے ساتھ بسر فرمائی۔

تو میرے خیال میں نازک اور حساس ترین کام جو ہے وہ اُس اندر والے ملازم کا ہے اور یہ کام اللہ نے خاتون کو عورت کو سپرد فرمایا ہے نہ صرف پودوں اور نونہالوں کی بلکہ انسانی باغیچے اور انسانی گلشن میں جو نونہال پلتے اور پھولتے ہیں اُن کی تربیت اُن کا دیکھنا بھالنا اُن کی پرورش اُن کو سنبھالنا یہ خاتون کی ذمہ داری ہے اور اس کے لئے باہر سے روزی کما کے لانا اُن کے تحفظ کا خیال رکھنا یہ مرد کی ذمہ داری ہے۔ یہ دونوں کے فرائض تقسیم ہو گئے' ذمہ داری میں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا وہ ذمہ دار ہے ویسی خاتون ذمہ دار ہے۔ بلکہ خاتون کی ذمہ داری زیادہ اہم بن جاتی ہے۔ اگر اس نگاہ سے دیکھا جائے تو میرے خیال میں خواتین ہم سے زیادہ اہمیت لے جاتی ہیں' وہ زیادہ نازک کام انجام دیتی ہیں۔

اب یہ اتنا نازک اور حساس کام انجام دینے پہ جو متعین ہے کیا اُسے بھی تربیت کی ضرورت ہے یا نہیں کہ اُسے کیا کرنا چاہئے یا کیا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اُسے اس باہر والے خادم سے زیادہ ضرورت ہے کہ اس کا کام زیادہ نازک ہے' زیادہ حساس ہے' پھر ہم فارغ کیوں ہو جاتے ہیں' خواتین کی تربیت کو کبھی کوئی پرکاہ اہمیت ہی نہیں دیتا۔ بیٹی ہوتی ہے تو والدین دنیا بھر کے علوم اسے پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن دین سکھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ بہن ہوتی ہے تو بھائی اُسے ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش تو کرتے ہیں اُس کی حفاظت کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن دین سکھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ بیوی ہوتی ہے تو بھائی اُسے ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش تو کرتے ہیں اُس کی حفاظت کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن دین سکھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ بیوی ہوتی ہے تو خاوند اُسے دنیا کی ساری نعمتیں لاکر دیتا ہے' بہترین گھر دینا چاہتا ہے' محبت دیتا ہے' پیار دیتا ہے'

www.naqshbandiaowaisiah.com

عزت کرتا ہے' دنیا کی جو چیز اُس کے بس میں ہو اُس کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا ہے' لیکن دین کے معاملے میں شوہر بھی نہیں پوچھتا' بہت کم۔ اور ماں ہوتی ہے تو بچے اُسکی عزت کرتے ہیں اُس کی خدمت کرتے ہیں لیکن دین کے معاملے میں بیٹوں نے بھی کبھی ماں سے بات نہیں کی۔ یہ ہمارے اس جذبے کا اثر ہے جس نے ہمیں یہ بتا دیا کہ عورت کا کیا ہے اس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے' عورت تو ناقص العقل ہے' عورت ایک کمزور سی مخلوق ہے' عورت کا کیا ہے۔

حالانکہ جب حضرت مریمؑ کی والدہ نے نذر مانی کہ میری جو اولاد ہوگی میں اللہ کی راہ میں اُسے خادم بنا دوں گی۔ تو انہیں توقع تھی کہ اللہ بیٹا دیں گے اور میں اُسے اللہ کے گھر کی خدمت کیلئے وقف کر دوں گی' کیونکہ سنت میں یہ جائز تھا۔ لیکن اُن کی بیٹی پیدا ہوئی تو وہ بڑی پریشان ہوئی تو قران حکیم وہاں فرماتا ہے کہ اسے کیا خبر تھی کہ لاکھوں بیٹوں پہ ایک بیٹی بھاری ہے۔ قرآن حکیم کا عجیب سا انداز ہے کہ ام مریم پریشان ہو رہی ہے کہ اللہ تو نے مجھے بیٹی دے دی لیکن یہ غریب نہیں جانتی کہ یہ خاتون کتنے مردوں پر بھاری ہے اور اللہ کے نزدیک اس کا کتنا مرتبہ ہے یعنی سب اُس کا وجود اُس کی زندگی سارے حالات جو ہیں یہ اللہ کی عظمت اور اس کی قدرت پہ شاہد عادل بن گئے اور لاکھوں کے لئے باعث ہدایت بن گئے۔ تو قرآن حکیم کا اسلوب تو یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت جو بھی اپنی ذمہ داری کو بہتر طریقے سے پورا کرے اللہ کے نزدیک وہ بہتر ہے ہمارا 3/4 حصہ دین جو ہے تین چوتھائی مذہب جو ہے یہ خواتین سے نقل ہوا!

مذہب اسلام کا تین چوتھائی حصہ چونکہ ذاتی مصروفیات کا ایک چوتھائی سے بھی کم پہلو گھر کی چار دیواری سے باہر آتا ہے باقی تین چوتھائی چار دیواری کے اندر آجاتا ہے جس قدر خواتین کے مسائل ہیں وہ بھی اس میں شامل کر لو تو یہ سارا ازواج مطہرات علیہم اجمعین نے بیان فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے گیارہ شادیاں کیں جب آپ ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا نو ازواج مطہرات کا شانہ نبوی ﷺ پہ موجود تھیں۔

جو لوگ اس اعتراض سے گھبراتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زیادہ شادیاں کیوں کیں وہ حیات طیبہ سے واقف نہیں ہوتے شادی کو اگر محض شادی سمجھ کر کیا ہوتا نبی کریم ﷺ نے تو جوانی میں اوائل عمر میں کیا ہوتا' حضور اکرم ﷺ نے دوسری شادی بھی جس وقت کی اُس وقت آپ ﷺ کی عمر پچاس سال سے زائد تھی۔ آپ ﷺ نے پوری جوانی اپنے سے بڑی عمر کی خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' کے ساتھ بسر فرمائی۔ اور اس کے بعد اُن کے وصال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک کنواری خاتون ہیں۔ جو حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ باقی سب عمر رسیدہ اور بیوہ یا پہلے سے آزاد خواتین تھیں جن کے پہلے نکاح ہو چکے تھے بعض کے ساتھ اُن کے بچے بھی حضور اکرم ﷺ کے درِ دولت پہ پرورش پاتے رہے۔ من جملہ دوسری باتوں کے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ ذریعہ اور سورس (Source) تھیں جس نے بہت بڑا حصہ دین کا نبی کریم ﷺ سے انسانیت کو پہنچایا۔ اگر کاشانۂ نبوی ﷺ پر یہ خواتین نہ ہوتیں تو حیات مبارکہ کا کتنا بڑا حصہ تھا جسے مرد نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اتنا بہت بڑا شعبہ ایسا تھا جو خواتین کے متعلق تھا جس کا سوال ہی مرد نہیں کر سکتے تھے' اُسے سمجھ نہیں سکتے تھے۔ ضرورت کے اوقات کو تکلیف کو آرام کو جن پر بیتتی تھی وہ جانتے تھے۔

تو بات چل رہی تھی موسیٰ علیہ السلام کی پانی پلانے والی تو انہوں نے بھی حیرت سے پوچھا کہ بھئی! تم جوان بچیاں یہاں کیا کر رہی

من جملہ دوسری باتوں کے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ ذریعہ اور (Source) تھیں جس نے بہت بڑا حصہ دین کا نبی کریم ﷺ سے انسانیت کو پہنچایا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہو؟ کیوں کھڑی ہو' مردوں کی بھیڑ ہے اور شور شرابا ہے تم یہاں کیا لینے آ گئی ہو؟ انہوں نے کہا ہم آ گئی ہیں اپنی ضرورت سے' لیکن مردوں سے الگ کھڑی ہیں' ہم مردوں میں مل جل کر تو نہیں کھڑیں۔ ہمیں اپنے ریوڑ کو اپنے گلے کو پانی پلانا ہے لیکن ہم مردوں کی بھیڑ میں تو نہیں گھس رہیں ہم تو الگ سے کھڑی ہیں جب مرد پانی پلا کر چلے جائیں گے ہم پلا لیں گی۔ رہی یہ بات کہ اگر ہمیں مردوں میں مل جل کر کام نہیں کرنا الگ سے رہنا ہے تو آئی ہی کیوں؟ تو ہمیں ہماری ضرورت یا ہماری مجبوری لے کر آئی کہ ہمارے والد بزرگوار بہت ضعیف ہیں اور دوسرا کوئی مرد گھر پر ہے نہیں۔

تو گویا اس آیت کریمہ نے یہ بات بتا دی کہ خاتون کا کام گھر کی چار دیواری کے اندر ہے اگر اُسے باہر کے فرائض کے لئے نکلنا پڑتا ہے کوئی باہر کا کام کرنے والا نہیں رہتا خاندان میں اور اُسے کما کر لانا پڑتا ہے تو وہ ضرور جائے۔ گدا کرنے سے یا کوئی اور پیشہ اختیار کرنے سے کام کرنا' مزدوری کرنا' تجارت کرنا' ملازمت کرنا یہ بہت بہتر ہے لیکن کام میں اور مجبوری میں عورت مردوں کے ساتھ مل جل کر خلط ملط ہو کر بے حجاب یا بے باکانہ انداز میں کام نہیں کر سکتیں۔ اُس کے لئے کام کا الگ سے شعبہ ہو جس میں مردوں کا ہر وقت میل جول نہ ہو اور اپنے پردے میں اپنے حیا کو قائم رکھتے ہوئے یہ اپنا کام کر سکتی ہے۔

تو فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے جب اُن کی بات سنی بات معقول تھی تو آپ علیہ السلام نے فسقیٰ لھما. تو آپ علیہ السلام نے اُن کا گلہ لیا اور مردوں کی بھیڑ میں گھس گئے اور آپ علیہ السلام تو تکڑے آدمی تھے۔ آپ علیہ السلام نے اُن کو پانی پلا دیا۔

ثم تولیٰ الی الظل. تھکے ہوئے تھے

اسلام نے نہ تو مغرب کی طرح خاتون کو اشتہار کی زینت بنانے کی اجازت دی ہے اور نہ ہندو تہذیب کی طرح یا مشرق بعید کی طرح اُسے خادم اور اُسے نرا ایک کمزور سا ثابت کیا ہے۔

سائے میں آ کر لیٹے اور عجیب دعا مانگی۔

رب انی لما انزلتَ الی من خیر فقیرٌ.

کہ اللہ تو اگر مجھے کوئی بہترین نعمت عطا فرمائے تو اس لمحے میں بہت زیادہ محتاج ہوں اتنا زیادہ محتاج کہ جتنے لوگ یہاں موجود ہیں اُن میں شاید کوئی بھی اتنا محتاج نہ ہو۔ انی لما انزلت الی من خیر فقیرٌ. میں بہت بڑا حاجت مند ہوں بہت بڑا محتاج ہوں اس لمحے جتنے لوگ یہاں ہیں ان کے کاروبار ہیں' کسی کے پاس بکریاں ہیں' کسی کے پاس بھیڑ ہے' کسی کی بیوی ہے' کسی کا بیٹا ہے' کسی کا گھر ہے' کسی کی زمین ہے کوئی نہ کوئی آسرا کسی نہ کسی کے پاس ہے بار الٰہا! میں اس وقت زمین کے سینے پر اور آسمان کی چھت کے نیچے ایک ایسا شخص بیٹھا ہوں جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے' سوائے تیرے نام کے نہ گھر ہے نہ جائیداد ہے نہ دوست ہے نہ بیوی ہے نہ بچہ ہے' نہ ماں باپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر میں مصر سے نکلا ہوں اور یہاں' میرا کوئی جاننے والا بھی نہیں کہ دنیوی اعتبار سے تہی دستی کی اُس انتہا کو پہنچا ہوا ہوں مین کہ تیری زمین کے وسیع سینے پر میرے لئے کوئی چند گز کی جھونپڑی بھی نہیں ہے۔ میرے پاس پانی پینے کا برتن نہیں ہے' میرے پاس کھانا کھانے کے لئے زادِ راہ نہیں ہے۔

رب انی لما انزلت الی من خیرٍ فقیرٌ.

تو ایسا کریم ہے کہ تو دینا چاہے تو مجھے کوئی ایسی نعمت دے دے کہ دنیا کی ساری کلفتیں اُس ایک عطا سے دور ہو جائیں تو نازل کرنا چاہے تو بہترین نعمت نازل فرما بہترین انعام مجھے عطا کر تو ساری مسافتیں طے ہو جائیں ساری تھکن دُور ہو جائے' ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں اور میں بھی اپنے آپ کو ایک ہنستا بستا انسان سمجھوں۔ تو اللہ نے دعا قبول فرمائی اپنے نبیؑ' اپنے رُسول اپنے پیارے بندے موسیٰ علیہ السلام کی.....

یعنی بہت بڑی خیر جو اُس حالت سفر میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے طلب کی اور اُس کے جواب میں جو بہت بڑی خیر اللہ نے عطا کی وہ ایک خاتون کی صورت میں تھی جس کے ساتھ

www.naqshbandiaowaisiah.com

پھر موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہو گئی اور ایک خاتون کے ملنے سے انہیں گھر بھی مل گیا ٹھکانہ بھی مل گیا رشتہ دار بھی مل گئے وطن بھی مل گیا۔ کاروبار بھی مل گیا اور موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام جو اللہ کے اُس وسیع فرش پر یکہ و تنہا تھا یکا یک وہ پوری انسانی برادری میں اس طرح سے فٹ ہو گیا جس طرح انگوٹھی میں نگینہ جڑ دیا جاتا ہے ایک خاتون کے آنے سے لیکن اللہ فرماتے ہیں وہ خاتون سراپا خیر اس لئے تھی کہ

تمشی علی استحیاء . وہ قدم بھی اٹھاتی تھی تو پتہ چلتا تھا کہ اس کے قدم اٹھانے کے انداز سے بھی حیا ٹپکتی ہے تو حیا کو چھوڑ کر عورت عورت نہیں رہتی! ایک مغربی مفکر کا بھی قول ہے بڑا اچھا جملہ کہا اُس نے کہ ''عورت گھر سے باہر آ کر ہر وہ کام کر سکتی ہے جو مرد کر سکتا ہے لیکن پھر وہ عورت نہیں رہتی''۔ وہ کوئی مخلوق ہی دوسری بن جاتی ہے اُس میں وہ نسوانیت وہ عورت کا عورت پن وہ دھیما پن اُس میں وہ شرم وحیا' اُس میں وہ محبت واخوت' اُس میں وہ لطف وکرم اُس میں وہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں وہ چیز رہتی ہی نہیں! اور آپ دیکھ لیں اُن خواتین کو دیکھ لیں' جو اُس طرز عمل کو اپنائے ہوئے ہیں۔ وہ ایک تیسری مخلوق بن گئی ہیں وہ اگر مرد نہیں بن سکیں تو وہ عورت بھی نہیں رہ سکیں اور کوئی عجیب سی مخلوق بن گئی ہیں جس کا حلیہ الگ ہے جن کے بات کرنے کا انداز الگ ہے' جن کا اٹھنا بیٹھنا الگ ہے اور جن کا سلوک تک اور جن کے فیصلے تک عجیب وغریب ہیں۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتے کہ کیا چاہتی ہیں کیا کرتی ہیں اور کیا کہہ رہی ہیں! تو اسلام نے نہ تو مغرب کی طرح خاتون کو اشتہار کی زینت بنانے کی اجازت دی ہے اور نہ ہندو تہذیب کی طرح یا مشرق بعید کی طرح اُسے خادم اور اُسے نرا ایک کمزور سا ثابت کیا ہے۔ بلکہ اسلام

اسلامی مساوات یہ ہے کہ مرد کو وہ کام کرنے کو کہا جائے جو مرد کی ذمہ داری میں آتا ہے اور خاتون سے وہ کام لیا جائے جو خواتین کی ذمہ داری آتا ہے۔

عورت کو بھی انسان اور شرفِ انسانیت کا حامل گردانتا ہے اور مرد اور عورت کو برابر سمجھا جاتا ہے کہ دونوں کی ذمہ داریاں ہیں اس لحاظ سے برابر سمجھتا ہے کہ دونوں کی جواب دہی ہے مرد کی ساخت الگ اُس کی ذمہ داریاں الگ عورت کی ساخت الگ اُسکی ذمہ داریاں الگ' اسلامی مساوات یہ ہے کہ مرد کو وہ کام کرنے کو کہا جائے جو مرد کی ذمہ داری میں آتا ہے اور خاتون سے وہ کام لیا جائے جو خواتین کی ذمہ داری میں آتا ہے۔ اگر اُس سے وہ کام لیا جائے جو اُس کے فرائض میں شامل نہیں یہ عدم مساوات ہے' یہ مساوات نہیں ہے یہ ظلم ہے اسی طرح جو اجر مرد کا بنتا ہے' بلا تکلف مرد کو دیا جائے اور جو حق خاتون کا بنتا ہے بلا تکلف بغیر کسی تردد کے بغیر کسی تکلف کے اُس تک پہنچایا جائے' یہ ہے اسلام کے نزدیک مساوات! اور اُس کا عورت ہونا' عورت کا تقدس' عورت کی عظمت' عورت کی محبت اور اُس کی شفقت اور عورت کا سارا کمال ایک بات پر انحصار کرتا ہے کہ اس میں کتنی حیا ہے' بات کرنا تو بہت بڑی بات ہے' کام کرنا تو بہت بڑی بات ہے فرمایا

تمشی علی الستحیاءِ. اُس کا قدم اٹھتا تھا تو بتاتا تھا کہ سرتاپا حیا ہی حیا ہے اس وجود میں۔ تو ہمارے معاشرے کا آج کا جو بہت بڑا سوال' بہت بڑا تماشا بن رہا ہے' خواتین کی برابری اور خواتین کے حقوق کے لئے جلسے ہوتے ہیں جلوس ہوتے ہیں' اِس کے لئے نعرے لگتے ہیں' ٹیلی ویژن گلا پھاڑ پھاڑ کر شور کر رہا ہوتا ہے' اُس کی اشتہار بازی سارا دن ساری رات ہوتی ہے۔ اس معیار کو اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرما دیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں اس کا نفاذ کر کے دکھا دیا۔ تو ہمیں اپنے مسائل کا حل مشرق ومغرب سے لینے کے بجائے اللہ اور اللہ کی کتاب سے نبی کریم ﷺ کی سنت سے لینا ہے اور کتاب اللہ میں بھی اور سنت رسول اللہ ﷺ میں بھی خواتین کو نہ تو پنجرے کی چڑیا بنا دیا گیا ہے..... عجیب بات ہے کہ خواتین ایک طرف تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

کلب جا سکتی ہیں' ایک طرف باکی کھیل سکتی ہیں' سینما جا سکتی ہیں' ایک طرف بازار میں خریداری کے لئے جانا کام ہی خواتین کا ہے' مرد پوچھتے ہی نہیں غیر محرموں سے سودے کر سکتی ہیں اور غیر محرموں سے لڑ جھگڑ سکتی ہیں۔ سارا کام کر سکتی ہیں' لیکن اگر دین سیکھنے کے لئے گھر سے باہر قدم رکھیں تو فوراً مسلمانوں کا فتویٰ حرکت میں آجاتا ہے!

میں نے آج تک کوئی فتویٰ نہیں دیکھا کسی ایسی خاتون پر یا کسی ایسے کام پر جو کام ہی بنیادی طور پر غیر ضروری بھی ہے غیر شرعی بھی ہے جو نمائش کر کے یا بال کٹوا کے یا دوپٹے کو پٹے کی طرح گلے میں ڈال کر انارکلی میں سارا دن گھومنا کونسی بڑی جواز کی صورت رکھتا ہے کونسا اُس میں پہلو ہے جس پر نہی نہیں؟ لیکن کوئی نہیں پوچھتا سینما جاؤ کلب جاؤ کوئی نہیں پوچھتا۔ سینما سے کلب سے کسی خاتون کو اٹھا کر قرآن کے درس میں بٹھا دو فتویٰ لگ جاتا ہے۔ کہ یہ عورتیں قرآن سمجھ رہی ہیں' عورتیں تقریر سمجھ رہی ہیں' عورتیں ذکر کر رہی ہیں کمال ہے بھئی! عورتیں جو خرافات ہے وہ کریں' عورتیں الیکشن لڑیں عورتیں آپ کے ملک پر حکومت کریں سب جائز ہے لیکن عورتیں اللہ کا نام نہ لیں۔ اب بڑے بڑے علما خاتون وزیراعظم کے جوتے چاٹتے پھرتے ہیں۔ وہاں کوئی فتویٰ بھی نہیں دیتے اور اگر وہی خاتون اللہ اللہ کرنا شروع کر دے تو شاید یہ اُس پہ بھی فتویٰ لگا دیں تو اسلام میں خود عہد نبویؐ میں خواتین تلوار کی دھنی ثابت ہیں۔ عہد نبوی ﷺ میں بلکہ آپ کو بدر و احد میں خواتین اپنا حصہ ادا کرتی نظر آتی ہیں' زخمیوں کو پانی پلاتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں' لیکن وہاں بھی یہ انداز ہے کہ خواتین کی تربیت مردوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر نہیں' الگ سے ہوتی ہے۔ خواتین میدان جنگ میں بھی اپنا

عورت کا تقدس' عورت کی عظمت' عورت کی محبت اور اُس کی شفقت اور عورت کا سارا کمال ایک بات پر انحصار کرتا ہے کہ اس میں کتنی حیا ہے۔

آپ الگ رکھتی ہیں' زخمیوں کو سنبھالتی ہیں یا پانی دیتی ہیں تو مردوں میں گھس کر نہیں الگ سے اپنا پردہ بھی قائم رکھتی ہیں اور میدان عمل میں کام بھی کرتی ہیں۔ یہ جو خواتین میدان کارزار میں تلوار کے جوہر بھی دکھایا کرتی تھیں یہ کیا ماں کے پیٹ سے سیکھ کر آتی تھیں یا کسی اُستاد سے تلوار چلانا سیکھا کرتی تھیں؟ یہ گھوڑوں کی سواری انہیں پیدائشی طور پر مل جاتی تھی یا یہ بھی کسی سے سیکھا کرتی تھیں؟ تو آپ اُس بہترین عہد میں ''خیر القرون'' میں بھی خواتین کو میدانِ جہاد میں بھی پاتے ہیں' غزوات میں بھی پاتے ہیں' عہد نبوی ﷺ میں بھی پاتے ہیں لیکن یہ بات وہاں بھی دیکھ لیجئے کہ خواتین الگ تھلگ سے مردوں کے ساتھ خلط ملط ہوئے بغیر الگ سے اپنی تربیت حاصل کرتی ہیں اور الگ سے اپنے فرائض سرانجام دیتی ہیں اور یہی معیار آج بھی ہے کہ خواتین کا پردہ اُن کی حیا اُن کا الگ رہنا قائم رہے اور ہر وہ کمال جو مرد حاصل کر سکتا ہے اور بالخصوص دین کا ہر وہ شعبہ جو انسانیت کے لئے انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے وہ مرد کی نسبت عورتوں کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے اور ذکر کے معاملے میں رب جلیل نے۔ واذاکرین اللہ کثیراً واذکرات. اعداللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماًo بالکل برابر رکھا ہے کثرتِ ذکر میں مرد کو بھی' خاتون کو بھی' تو سیکھیں گی نہیں' جانے گی نہیں تو کریں گی کیسے! تو یہ معیار دیا ہے کتاب اللہ نے کہ عورت پنجرے کی قیدی بھی نہیں ہے اور عورت نمائش کی چیز بھی نہیں اس کے درمیان درمیان راستہ ہے وہ بھی اپنی ذمہ داریاں سمجھے وہ بھی اپنی ذمہ داریاں سیکھے وہ بھی اپنی ضرورت کو معروف طریقے سے پورا کرنے کی اہلیت واستعداد حاصل کرے نہ وہ گداگر اور محتاج بنے اور نہ وہ اتنی دیدہ دلیر ہو کہ بے باکانہ مردوں کے ساتھ مل جُل جائے۔ اللہ کریم ہمیں سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

من الظلمٰت الی النور

☆ غلام مصطفیٰ غازی ☆
راولپنڈی

اس عالم آب وگل میں جب آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو ایک متوسط کسان گھرانے میں پایا۔ والد محترم مرحوم نے بیماری کی حالت میں محنت شاقہ سے دنیاوی تعلیم دلائی۔ میٹرک کا امتحان 1960ء میں فسٹ ڈویژن میں پاس کرنے کے بعد پنڈی پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ میں داخلہ لے لیا اور یوں تین سالہ ڈپلومہ حاصل کر کے P.I.A میں بحیثیت ایئر کرافٹ مکینک Air Craft Mechanic ملازمت اختیار کی۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز کے پاس جہاز فالتو ہو گئے۔ لیبیا حکومت کے ساتھ ایک کنٹریکٹ کے تحت مجھے لیبیا جانے کا موقع مل گیا۔ ساڑھے تین سال تک لیبیا میں ملازمت کرنے کے بعد کنٹریکٹ کے مکمل ہونے پر ۱۹۷۵ء میں واپس پاکستان آ گیا۔ پوسٹنگ چکلالہ میں راولپنڈی میں ہوئی۔

اسی اثنا میں غالباً ستمبر ۱۹۷۶ء میں ایک دن سسرال جانا ہوا۔ تو مجھے میرے برادر نسبتی نے ذکر قلبی کی دعوت دی اور ذکر کرایا اور ساتھ ہی دوسرے دن "کیلیاں والی مسجد" میں صبح نو بجے ذکر کی محفل میں پہنچایا عجیب منظر دیکھا' کچھ لوگ خاموشی سے سر جھکائے آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھے تھے اور کچھ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ جو بعد میں پتہ چلا کہ مراقبہ میں محو ہیں۔ کچھ ہی دنوں کے بعد لنگر مخدوم (سرگودھا) کا اجتماع اکتوبر کے مہینے میں منعقد ہونے والا تھا وہاں بھی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

دل میں پہلے ہی ایک خوبصورت اور خوشگوار تبدیلی محسوس ہو رہی تھی۔ لنگر مخدوم میں جس شخص کو بھی دیکھتا تو یوں محسوس ہوتا کہ میں اس کو جانتا ہوں پھر جب حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بھی جب پہلی دفعہ دیکھا اور زیارت سے مشرف ہوا تو یوں دل نے محسوس کیا۔ کہ انہیں تو میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔

۱۹۷۶ء میں P.I.A کو خیر باد کیا اور لیبین عرب ایئر لائن میں ملازمت شروع کی۔ وہاں بھی سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ ایک جنون سا طاری تھا اور میں یہ سوچتا ہوں کہ کہاں میری طرح کا شخص جو کبھی نماز کی پابندی بھی نہ کرتا تھا اور آج اس کو اللہ کریم نے سلسلہ عالیہ کی وساطت سے کن انعامات سے نواز دیا۔

1989ء کا سال والد محترم کی جدائی کا سال ثابت ہوا۔ لیبیا سے پاکستان آیا تو راولپنڈی کے امیر جماعت نے ایک پرانے ساتھی کے ہمراہ چکڑالہ شریف حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے کمال شفقت فرمائی اور پوچھا کہ والد صاحب مرحوم کہاں دفن ہیں میں نے عرض کی کہ راولپنڈی میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو ایک کام کرو ۷۰ ہزار دفعہ کلمہ طیبہ پڑھو اس کے بعد فرمایا کہ میں تجھے وہ چیز بتاتا ہوں جو مجھے میرے شیخ مکرمؒ نے پڑھنے کو کہا ہے۔ سورۃ ملک پڑھ کر ایصال ثواب کرو۔ انشاء اللہ بہتری ہوگی۔ دوسری چیز جو ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی محبت چاہئے تو وہ کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھے۔ اور تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ کس کو قرب رسول ﷺ چاہیے تو وہ کثرت سے درود شریف پڑھے۔ اور پھر فرمایا درود شریف تین قسم کا ہوتا ہے۔ جو بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش ہوتا ہے۔

(i) گلاب کے تروتازہ مہکتے ہوئے پھولوں کی مانند۔ جن پر شبنم کے قطروں کی صورت میں موتیوں جیسی ہوتی ہے۔ (ii) دوسری قسم گلاب کے باسی پھولوں کی مانند (iii) تیسری قسم بالکل مرجھائے ہوئے گلاب کے پھولوں کی مانند۔ پڑھنے والے پر منحصر ہے کہ کیسے پڑھتا ہے۔

فروری 1984ء حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ تو حضرت مدظلہ العالی کے ہاتھ پر میں نے بیعت تجدید کی اور اس طرح حضرت مدظلہ عالی نے سلسلہ عالیہ کی نسبت عطا فرمائی۔ 1985ء میں لیبیا سے واپسی پر رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں کے دوران حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی نے اس خطار کار کو دربار نبویؐ میں پیش کر کے روحانی بیعت کی نعمت سے نوازا۔ بہر حال زندگی میں لطف آنے لگا اور میں پھر ایک مرتبہ غم روزگار کے سلسلہ میں سعودی عرب میں سعودی ایئر فورس کی لاک ہیڈ "Lock Heed"

www.naqshbandiaowaisiah.com

کمپنی میں ملازم ہو گیا۔

اسی دوران ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں جناب مختار صاحب سے ملاقات ہوئی جو پاکستان ایئر فورس کی جانب سے ڈیپوٹیشن پر طائف گئے ہوئے تھے۔ یوں الحمدللہ ہر ہفتہ کوئی نہ کوئی پروگرام مدینہ منورہ مکہ مکرمہ یا جدہ نصیب ہو جاتا۔ اسی دوران جناب حیدر زمان صاحب بھی ڈیپوٹیشن پر طائف آ گئے۔

1988ء میں ائیر ہیڈ سے فارغ ہوا تو اللہ کریم نے سعودی ایئر لائن میں ملازمت دی۔ اسی دوران جناب مختار صاحب کی واپسی پاکستان ہوئی۔ انہوں نے میرے ساتھ بڑی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔ تو یوں سلسلہ ذکر مدینہ منورہ، کبھی مکہ مکرمہ تو کبھی جدہ شریف میں بھرپور انداز میں جاری ہو گیا۔ ایک دفعہ جناب حیدر زمان صاحب نے ''ابھا'' جانے کا پروگرام بنایا تو مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہا۔ طائف سے ''ابھا'' جانے والے جہاز پر سوار ہوئے موسم بہت خراب تھا ایئر پاکٹس کی وجہ سے جہاز میں مسافر حضرات پر موت کا سماں طاری تھا۔ جناب حیدر زمان صاحب نے کہا کہ چلو مراقبہ مسجد نبوی کرتے ہیں اور اگر موت بھی آ گئی تو کم از کم ملک الموت کو روح قبض کرنے کے لئے دربار نبوی ﷺ میں جانا پڑے۔ اسی طرح پہلے ''ابھا'' اور پھر جیزان جانا ہوا ''ابھا'' میں جناب جاوید صاحب اور جیزان میں جناب حفیظ الرحمٰن صاحب اور جناب نواز صاحب رہا کرتے تھے۔

واپسی پر جناب حیدر زمان صاحب نے مجھے کہا کہ تم حضرت مدظلہ العالی کو خط کیوں نہیں لکھتے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے ایک خط حضرت مدظلہ عالی کی خدمت میں لکھا۔ اس خط میں میں نے یہ لکھا کہ جناب حیدر زمان صاحب فلاں فلاں جگہ گئے بعض جگہ میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ اس کے جواب حضرت مدظلہ العالی نے نہایت شفقت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ جہاں جہاں حیدر زمان صاحب جاتے تھے۔ وہاں اب تجھے جانا ہوگا اسی دوران جناب حیدر زمان صاحب واپس پاکستان آ گئے۔ انہوں نے میرے ساتھ بہت محنت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین اس کے ساتھ ایک اور سعادت کا موقع اللہ کریم نے مجھے عطا فرمایا جو واقعتاً میرے لئے باعث عزت بھی ہے اور تکریم بھی۔ وہ یہ کہ حضرت شیخ المکرم مدظلہ عالی ساتھیوں کے ساتھ ہر سال عمرے کے لئے تشریف لاتے تو بندہ ناچیز ان دنوں چھٹی لے لیتا۔ حضرت مدظلہ العالی کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے کے لئے ایئرپورٹ سے ریسو کرتا اور پھر واپسی تک برکات اور اکتساب فیض کے حصول کی سعی میں مصروف رہتا۔

1993ء نومبر میں واپسی پر حضرت مدظلہ عالی نے اس خطا کار کو صاحب مجاز کی ذمہ داری سونپی۔ جسے حتی المقدور ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اس بات کا بھی تذکرہ کرتا چلوں کہ 1988ء سے 1995ء شرف میزبانی ہوتی رہی۔ لیکن شاید میری اپنی کسی غلطی کی وجہ سے ایک واقعہ رونما ہوا کہ مجھے جیل جانا پڑا۔ ''ابھا'' جیل کے دوران ہر نماز کے بعد میں اپنے کمرے سے اونچی آواز میں ذکر شروع کرتا۔ اور باقی چار ساتھی بھی اپنے اپنے کمرے میں ذکر میں شامل ہو جاتے۔ جناب جاوید صاحب کو کشف تھا وہ ہر ذکر کے بعد اپنے مشاہدے کے حوالے سے ہمیں بتاتے۔ کوئی ذکر ایسا نہ تھا کہ دربار نبوی ﷺ سے کوئی نہ کوئی انعام نہ ملتا۔ کبھی پانی۔ کبھی کھجور اور کبھی پھول یا پھول کی پتیاں عطا ہوتیں۔

مجھے گیارہ ماہ بعد راولپنڈی ڈیپورٹ کیا گیا۔ 29 جولائی 1997ء راولپنڈی پہنچا۔ اور تین دن کے بعد منارہ گیا اور ڈرتے ڈرتے حضرت مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوچ رہا تھا کہ حضرت مدظلہ العالی مجھے سلسلہ عالیہ سے نکال دیں گے لیکن حضرت مدظلہ العالی نے کمال شفقت فرماتے ہوئے مجھ جیسے انسان کو اپنے قدموں میں جگہ دی اور ابھی تک اپنی ذمہ داری بحیثیت صاحب مجاز حتی المقدور ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ شروع میں راولپنڈی اور کچھ عرصہ کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان ٹانک اور وانا تک کا علاقہ ذمہ داری میں شامل تھا دو سال کے بعد پھر آزاد کشمیر جس میں بھمبر، سیدپور، کوٹلی، راولاکوٹ، باغ اور مظفرآباد شامل تھے اور آج کل ضلع جہلم و ضلع گجرات کے علاقے میں ڈیوٹی دے رہا ہوں۔

اسی اثنا میں خیمہ بستی کی بہاریں بھی دیکھنا نصیب ہوئیں جو زندگی کا ایک عظیم سرمایہ ہے اور جن کیفیات اور برکات کو نوک قلم ادا نہیں کر سکتی جو کیفی معاملہ ہے اور میرے خیال میں کیفیات محسوس ہی کی جا سکتی ہیں ایک دفعہ حضرت مدظلہ العالی نے تقریر میں فرمایا تھا کہ اللہ نے ساتھیوں سے ہجرت کروائی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ غلبہ حق کے لئے اور نفاذ اسلام کے لئے ''غزوۃ الہند'' میں شامل فرمائے آمین اور حضرت مدظلہ العالی کے مشن کی تکمیل میں اپنا مال جان وقت سب کچھ قربان کر کے اللہ کی رضا اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع نصیب ہو جائے اور ان کیفیات اور برکات کو اس نسبت کو ہمیشہ قائم رکھے اور دنیا میں موت کے وقت مابعد الموت برزخ حشر اور جنت میں بھی یہ ساتھ قائم رہے۔ اللہ کریم جملہ مسلمانوں کو بھی اس سعی جمیلہ میں شریک ہونے کی توفیق ارزاں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

محترم قارئین! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ!

''امرِ شد کا مقام اور ہماری ذمہ داری'' کے سلسلہ میں 18 خطوط موصول ہوئے جو شیخ المکرّم کی خدمت میں روانہ کئے جا چکے ہیں۔

درج ذیل احباب نے خط لکھ کر حوصلہ افزائی فرمائی۔

ڈاکٹر محمد اقبال بصیر پور اوکاڑہ	انجینئر عبدالرزاق اویسی' ٹوبہ	الاخوات' لاہور
ثمینہ زاہد' لاہور	محمد ابراہیم چکلالہ راولپنڈی	تاج ولی' مردان
مسز فرزانہ اکبر' اسلام آباد	ڈاکٹر جمشید خان' میر پور آزاد کشمیر	ایک بیٹی (نام نہیں لکھا)
تیمور خان' لاہور	سمیع الزمان' لاہور	میجر محمد یوسف' کوئٹہ
اعجاز احمد بخاری' مظفر گڑھ	شوکت علی امین' کراچی	محمد اسلم ڈھلوں' ڈسکہ' سیالکوٹ
محمد یوسف' فیصل آباد	محمد ابراہیم' راولپنڈی	نور زمان اویسی' نوشہرہ

قارئین !15 مئی 2004ء کو بطور جوائنٹ ایڈیٹر ''المرشد'' کی ذمہ داری سنبھالنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اب تک المرشد کی جو ڈاک موصول ہوئی اُس کا ریکارڈ موجود ہے' 98 فیصد خطوط ''اطلاع فوتگی'' پر مشتمل ہیں۔ اب تو عالم یہ ہو چکا تھا کہ خط کھولنے سے قبل ہی ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھ لیا کرتا تھا۔ یوں لگتا ہے قارئین' المرشد سے تو بہت عقیدت رکھتے ہیں مگر ہم سے ضرور نالاں ہیں۔ بہت ممکن ہے اس میں کچھ کوتاہی ہماری بھی شامل ہو مگر اب ہم نے ماضی کی طرف نہیں دیکھنا' آگے بڑھنا ہے' بہت آگے بڑھنا ہے'' المرشد'' کو فرمودات شیخ سے سجانا ہی نہیں ہر طرف پھیلانا اور مخلوق کو خالق سے ملانا بھی ہے۔ لفاظی نہیں' المرشد کا بنیادی مقصد یہی ہے! اس کارِ خیر میں آپ کا تعاون' آراء' تجاویز' مشاورت' تعمیری تنقید اور سب سے بڑھ کر دعاؤں کی شدید ترین ضرورت رہے گی۔ بہت توقع ہے کہ آپ مایوس نہیں کریں گے۔ ایک ضروری گزارش یہ ہے کہ پروفیسر عبدالحبیب صاحب نے میر پور آزاد کشمیر سے ایک ہزار روپے اور میجر محمد یوسف خان صاحب نے کوئٹہ سے 500 سو روپے منی آرڈر کئے ہیں۔ جو میرے پاس بطور امانت ہیں۔ گزارش ہے کہ المرشد کی سالانہ ممبر شپ کیلئے ''سرکولیشن آفس لاہور'' رقم بھجوائی جائے اور اگر ''المرشد فنڈ'' میں حصہ شامل کرنا مقصود ہو تو فی الحال انتظار فرمایئے' جلد ہی انشاء اللہ اس سلسلہ میں مطلع کر دیا جائے گا۔

دعاؤں کا طلب گار

جوائنٹ ایڈیٹر

پتھر دلوں کے شہر میں نغمہ سرا نہ ہو

تُو اُس سے نالہ کش ہو جو تُجھ سے جُدا نہ ہو
''پتھر دِلوں کے شہر میں نغمہ سرا نہ ہو''

دل دے اُسے جو ہے تری شہ رگ سے بھی قریب
جس سے ترے دل کا کوئی جذبہ چھپا نہ ہو

جذبِ دروں نہ ہو اگر للّٰہیت کہاں
سجدے ترے ہیں خام گر قلبِ صفا نہ ہو

اُس ذاتِ عالی سے تُو کر لے رِشتہ اُستوار
دنیا کی کچھ پروا نہیں گر وہ خفا نہ ہو

اشکِ ندامت سے دُھلیں عصیان کے پہاڑ
ایسا نہیں کوئی بشر جس سے خطا نہ ہو

محبوب کی ہر اک ادا پہ جان کر نثار
وہ پیار کا بہروپ ہے جس میں وفا نہ ہو

مانا کہ لُطفِ ہجر بھی کم وصل سے نہیں
یہ پیار پر تہمت ہے گر شوقِ لِقا نہ ہو

اِس دورِ ابتلا میں جو ایسی غزل کہے
ممکن نہیں ہے یہ اگر رب کی عطا نہ ہو

دل بستگی کے واسطے دلدار چاہئے
اس سے تُو کر اعراض جو درد آشنا نہ ہو

اہلِ جنُون تجھ پہ اویسی مُعترض رہے
دادِ سُخن کے واسطے نغمہ سرا نہ ہو

☆.....انجینئر عبدالرزاق اویسی' ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆